Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ .... 25 روپے
سالانہ .... 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....زکوٰۃ کے مادی وروحانی مصارف کا فرق..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۶، آیت نمبر ۴۷، ۴۸)......بنی اسرائیل کو فضیلت کی نعمت.......... // // ۵

درسِ حدیث ....جمعہ کے دن جنت کا بازار اور اللہ تعالیٰ کی زیارت.......... // // ۸

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ رمضان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں..........مولوی طارق محمود ۱۶

عید الفطر انعام کا دن..........................مفتی محمد رضوان ۲۸

پاکی ناپاکی کے مسائل.......................... // // ۳۶

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۲).......... // // ۴۰

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۶)..........................مولانا محمد ناصر ۴۳

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اولیاء اللہ کی صحبت......اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب ۴۷

علماء عوام کے مقتداء یا مقتدی؟..........................مفتی محمد رضوان ۵۶

علم کے مینار......مستشرقین اور اسلامی موضوعات پر ان کے لٹریچر کا جائزہ....مولانا محمد امجد حسین ۵۹

تذکرۂ اولیاء:.......ہجرتِ حبشہ میں شریک صحابیات کا تذکرہ (قسط ۱)........امتیاز احمد ۶۳

پیارے بچو! ....راہب اور جادوگر..........حکیم محمد فیضان ۶۶

بزمِ خواتین ....زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۵).......مفتی ابوشعیب ۷۱

آپ **کے دینی مسائل کا حل**.....جمعہ کی دو اذانوں کے درمیان وقفہ اور بیان کا حکم...ادارہ ۷۵

کیا آپ جانتے ہیں؟..........سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۹

عبرت کدہ ....حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۱۴)..........مولوی طارق محمود ۹۲

طب وصحت..........انار (POMEGRANATE)..........حکیم محمد فیضان ۹۵

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۷

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........ابرار حسین ستی ۹۸

Is It Possible To Stop The Natural Disaster.............................. // // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

زکوٰۃ کے مادی وروحانی مصارف کا فرق

زکوٰۃ شریعت کا اہم فریضہ ہے، جو شریعت کی طرف سے مخصوص مالداروں پر فرض کیا گیا ہے، اوراس کا مقصد مال کی محبت کم کرنا اورغریبوں وناداروں کا تعاون کرنا ہے، اسی لئے اس میں غریب کو مالک بنانا شرط قرار دیا گیاہے،، پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اگراس میں کوئی اور بھی کارِخیر شامل ہوجائے تواس کا ثواب دوبالا ہوجاتا ہے۔

مثلاً اگراپنے غریب ومستحق رشتہ داروں کوزکوٰۃ دی جائے تواس میں دوہرا ثواب ہے، ایک توخود زکوٰۃ ادا کرنے کا جو ہرصحیح مصرف میں ادا کرنے سے بہرحال ملتاہی ہے، اوردوسرا ثواب رشتہ داروں کے ساتھ احسان وصلہ رحمی کرنے کا، اسی وجہ سے غریب ومستحق رشتہ دارکوزکوٰۃ دینا دوہرا ثواب قرار دیا گیاہے۔

اسی طرح اگرزکوٰۃ کسی ایسے صحیح مصرف میں لگائی جائے کہ اس میں کوئی اوردینی فائدہ اوراس سے بڑھ کر صدقۂ جاریہ ہونے کا پہلوبھی شامل ہوجائے تووہ بھی ثواب کو چند دوچند کرنے کا باعث ہوگا، اوراسی وجہ سے دینی مدارس کے غریب ومستحق طلبہ پراپنی زکوٰۃ کوخرچ کرنا دوہرے ثواب کا باعث ہے، چنانچہ یہاں بھی ایک ثواب توخودزکوٰۃ کی ادائیگی کا ہے، اوردوسرا ثواب نیک لوگوں پرخرچ کرنے کاہے، جواللہ کے راستہ میں اللہ اوراس کے رسول کے احکامات اوردین کی تعلیم کے حصول کے لئے نکلے ہوئے ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی جورقم نیک ہستیوں اوراس سے بڑھ کراللہ اوراس کے رسول کے مہمانوں پراوردین کی تعلیم کے حصول کے لئے خرچ ہوگی اس کا ثواب اوراجران خوبیوں اورفضیلتوں سے خالی مواقع اورمستحقین پرخرچ کرنے کی بنسبت بہت بڑھ جائے گا۔

پھراس میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ دین کی تعلیم حاصل کرکے طالب علم جودین کی خدمت کریں گے اورجہاں جہاں بھی ان کی تبلیغ اوردینی جدوجہد کا فیض واسطہ درواسطہ پہنچے گا، اس ثواب میں زکوٰۃ دینے والوں کوبھی اجر حاصل ہوگا، اوریہ ظاہر ہے کہ دینی تعلیم کا سلسلہ واسطہ درواسطہ اورنسل درنسل ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتاہے، اورشروع اسلام سے اس کا سلسلہ جاری ہے، اورقربِ قیامت تک جاری رہے گا، جس مرحلے بھی اشاعتِ دین کے اس جاری وساری سلسلے میں کوئی شامل وشریک ہوگا آئندہ

زمانہ بھر (تا قربِ قیامت) وہ اس صدقۂ جاریہ میں اناؤنسر اور حصہ دار بن جائے گا۔

اورالحمد للہ تعالیٰ برصغیر پاک وہند میں صدیوں سے مسلمان اس فضیلت اور اجر وثواب سے واقف ہیں اوراس پرعمل کرتے اوراس میں حصہ دار بنتے چلے آرہے ہیں کہ وہ زکوٰۃ وصدقات وغیرہ سے دینی مدارس کے طلبہ کوترجیح دیتے ہیں۔

لیکن چند سالوں سے مسلمانوں کے اس رجحان میں کمی دکھائی دے رہی ہے،اس کی ایک وجہ تو مادیت پرستی کا غلبہ ہے، کہ مادیت پرستوں نے صرف کھانے پینے اوراس ظاہری زندگی کو ہی سب کچھ سمجھا ہوا ہے،اس لئے انہوں نے سارا زوراسی پرلگایا ہوا ہے،اورخدمتِ خلق سوشل سروس کے ادارے رات دن غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بیماروں کے تعاون کا نام لے کر مسلمانوں کے ذہنوں سے مادیت وروحانیت کے فرق کو مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں،روحانی ودینی خدمات کو چھوڑ کران کا سارا زورہی ان مادی چیزوں پر لگا ہوا ہے، اوراب یہ وبا ایسی پھیلنی شروع ہوگئی ہے کہ بعض اہلِ علم اوردینی ذہن رکھنے والے بڑے طبقہ کی توجہ بھی اپنے روحانی امور سے ہٹ کر مادیت کی طرف ہوتی جارہی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اہلِ علم حضرات زکاۃ کے روحانی ومادی اس فرق اوراس میں فضیلت کے درجات کے تفاوت کی طرف خود بھی متوجہ ہوں،اورعوامُ الناس اوراپنے حلقہ احباب وارادت کوبھی متوجہ فرمائیں۔

عوامُ الناس کوبھی چاہیے کہ وہ دینی مدارس وجامعات کی اہمیت وضرورت کا احساس اپنے ذہنوں میں برقرار رکھیں،اوردینی مدارس وجامعات جواس پُرفتن دور میں بھی کتابُ اللہ اورسنتِ رسول اور قالَ اللہ وقالَ الرسول کی خدمت میں مصروف ہیں،اورحفاظت واشاعتِ دین کا (اسباب کی حدتک) واحد ذریعہ ہیں،زکاۃ وصدقات اورعطیات وغیرہ کے مصارف کے اعتبار سے ان کواوّلیت وترجیح دیں۔

مگرشرط یہ ہے کہ اپنی طرف سے تحقیق واطمینان کرلیں،کہیں ایسا نہ ہوکہ غفلت ولاعلمی میں نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں زکاۃ وصدقات پہنچ کر اہل اورصحیح مدارس کی حق تلفی ہوجائے، کیونکہ آج کل دوسرے شعبوں کی طرح اس میدان میں بھی نااہل لوگوں کی بہتات اورکثرت ہوتی جارہی ہے۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۶، آیت نمبر ۴۷، ۴۸) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کو فضیلت کی نعمت

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا شَفَاعَۃٌ وَّ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: ’’اے یعقوب (علیہ السلام) کی اولاد! تم لوگ میری اُس نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تمہیں انعام کے طور پر دی تھی، اور (اُس نعمت کو بھی یاد کرو کہ) میں نے تمہیں دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی (لہٰذا) تم اُس دن سے ڈرو جس میں نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا، اور نہ ہی کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ اُن لوگوں کی طرفداری چل سکے گی‘‘ (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کو اجمالی طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں یاددلائی تھیں۔

اب ان آیات میں ان نعمتوں کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں:

ان میں سب سے پہلی نعمت یہ ذکر فرمائی کہ

’’اُن کو اللہ تعالیٰ نے جہان والوں پر فوقیت وفضیلت دی‘‘

کہ دنیا کی بادشاہت (جو کہ ظاہری اور حسّی نعمت ہے) کے ساتھ دین کی بادشاہت بھی دی اور اُن میں بے شمار پیغمبر مبعوث فرمائے؛ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام وغیرہ وغیرہ، اور کسی قوم میں پیغمبروں کا ہونا اُن کا دنیاوی اور دینی شرف ہے جو کہ معنوی نعمت ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا. وَّاٰتٰکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ (سورة المائدة آیت نمبر ۲۰)

Idara Ghufran

ترجمہ: ''جب (حضرت) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے، یاد کرو؛ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے، اور تم کو حکومت بھی دی اور تم کو وہ چیزیں بھی دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں''

اور ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (سورة الدخان آيت نمبر ٣٢)

ترجمہ: ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رُو سے (بعض چیزوں میں) دنیا جہان والوں پر فوقیت دی''

حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے نبی بنی اسرائیل ہی میں مبعوث ہوتے رہے، اور توراۃ اور انجیل اور زبور سب بنی اسرائیل ہی کے خاندان ہی میں نازل ہوئیں، اس لیے بنی اسرائیل کا خاندان نبوت و رسالت اور امامت اور حکمت کا خزانہ رہا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضور ﷺ تک بنی اسرائیل ہی سب سے افضل اور اشرف رہے (معارفین، بتغیر)

اس سے بنی اسرائیل کا اُمتِ محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ بنی اسرائیل کی فضیلت سے مراد اُس زمانے کے دنیا جہان والے ہیں، اور اُس وقت بلا شبہ وہ تمام اقوام سے افضل تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاص پہلو سے بنی اسرائیل کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہو، لیکن مجموعی حیثیت سے اُمتِ محمدیہ ہی کو فضیلت حاصل ہے (ابنِ کثیر وغیرہ)

اس کے بعد وقت آیا کہ نبی آخر الزمان ظاہر ہوگئے جن کی پہلے نبی اور رسول خبر دیتے چلے آئے ہیں، لہٰذا اے بنی اسرائیل! اگر تم کو اپنی فضیلت اور بزرگی کو باقی رکھنا منظور ہے تو حضور ﷺ پر ایمان لاؤ اور جس طرح قارون اور سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کر کے یعقوبی خاندان کے شرف کو ضائع کیا تو تم اُن کے نقشِ قدم پر چل کر حضور ﷺ کی مخالفت کے ذریعے اپنی فضیلت اور شرافت کو ضائع نہ کرو مگر افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور حضور ﷺ کا انکار کیا، اس لیے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ کے نام سے موسوم ہوئے (معارف القرآن کاندھلوی، بتغیر)

اس آیت کے مخاطب حضور ﷺ کے زمانہ کے یہودی ہیں، لیکن اس کا عام طور پر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ

باپ دادا پر جو احسان واکرام کیا جائے، اس احسان واکرام سے اس کی اولاد بھی فائدہ حاصل کرتی ہے، اس لیے حضور ﷺ کے زمانے کے یہودیوں کے علاوہ بعد کے زمانے کے یہودیوں کو بھی اس آیت کا مخاطب سمجھا جاسکتا ہے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

اور دوسری آیت میں ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ اگر تم کو یہ خیال ہے کہ باوجود ایمان نہ لانے کے قیامت کے دن ہم اپنے آباؤ اجداد کی شفاعت سے نجات پاجائیں گے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ کافروں کے لیے قیامت کے دن کوئی شفاعت نہ ہوگی۔

اس آیت میں جس دن کا ذکر ہے، اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، تو شفاعت وسفارش یا مال ومعاوضہ دے کر اپنے آپ کو اُس مصیبت سے بچانا چاہتا ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے حواریوں اور طرفداروں کو جمع کر کے مصیبت کے ازالے کی کوشش کرتا ہے؛ قیامت کے دن کافران میں سے کسی صورت میں چھٹکارا حاصل نہیں کرسکیں گے (معارف القرآن کاندھلوی، بتغیر)

آیت میں معاوضہ ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے دنیا میں نماز، روزے جیسی فرض عبادت چھوڑ دی اور بعد میں قضاء بھی نہیں کی تو قیامت کے دن جب اُس شخص سے دنیا میں چھوڑی ہوئی عبادت کے متعلق سوال ہوگا تو اگر کوئی دوسرا شخص یہ کہے کہ میرا نماز روزہ لے کر اس شخص کا حساب صاف اور بیباق کردیا جائے یا اس کی عبادت کے معاوضے میں میرا مال لے کر اس کو چھوڑ دیا جائے؛ تو قیامت کے دن ان دونوں طریقوں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد نہ کرسکے گا۔

اسی طرح دنیا میں جس طرح سفارش کے ذریعے ایک دوسرے کی مدد کی جاتی ہے، قیامت کے دن ایمان والے شخص کی سفارش بے ایمان شخص کے حق میں قبول نہ کی جائے گی، اور دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بے ایمان شخص کے حق میں کوئی سفارش ہی نہ کرسکے گا، تو قبول کی گنجائش کہاں رہی؟

اور آیت میں طرفداری اور مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح کوئی طاقت وَر شخص کسی دوسرے کی حمایت کر کے اس کو مشکل سے زبردستی نکال لیتا ہے، تو قیامت کے دن اس طرح بھی کوئی کسی دوسرے کی مدد نہیں کرسکے گا۔

خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ دنیا میں مدد کرنے کے جتنے طریقے ہوتے ہیں، اُن میں سے کسی طریقے سے بھی قیامت کے دن بے ایمان شخص کی مدد نہیں ہوسکے گی (معارف القرآن عثمانی جلد۱، بتغیر)

Idara Ghufran

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

جمعہ کے دن جنت کا بازار اور اللہ تعالیٰ کی زیارت

جمعۃُ المبارک کے دن کے فضائل کا ظہور جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا کو وجود بخشتے وقت سے ہوا تھا کہ اس دنیا کو جمعہ کے دن جمع کیا گیا، اور انسان کی ابتداء وتخلیق کے وقت ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا، پھر اس دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا، جن سے انسانوں کی نسل چلی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات اسی دن ہوئی، اور پھر اس کے بعد جمعہ کے دن کو دنیا میں دوسرے دنوں پر فضیلت بخشی، اور جمعہ کے دن جو مسلمان فوت ہو جائے اسے برزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے (وہ الگ تفصیل ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے کے بارے میں یہ فضیلت ہے یا کس کے؟ ہم نے یہ الگ بحث کردی ہے) اور پھر قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی، ان تمام جمعہ کے دن کی فضیلت وعظمت کا ظہور جنت میں بھی ہوگا۔

جس سے پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کا دن ہمیشہ فضیلت والا رہا ہے، اور آئندہ کے لیے بھی اس کی فضیلت برقرار اور قائم دائم ہے۔

جمعہ کے دن جنت کا بازار

جمعہ کے دن جنت میں بازار قائم ہوگا، اس کا کئی روایات میں تذکرہ ہے۔

(۱)......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَسُوْقًا یَّاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهَبَّ رِیْحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمْ وَثِیَابِهِمْ فَیَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالاً فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی اَهْلِیْهِمْ وَقَدِازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالاً فَیَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ : وَاللهِ لَقَدِازْدَدْتُم بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالاً فَیَقُوْلُوْنَ : وَاَنْتُمْ وَاللهِ لَقَدِازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالاً (مسلم، کتاب الجنة، باب فی سوق الجنة واللفظ لہٗ، کنز العمال ج ۱۴ رقم حدیث ۳۹۳۳۶ بحوالہ مسند احمد

Idara Ghufran

ورقم حدیث ۳۹۳۶۶ بحواله مسند احمد، دارمی، ابوعوانة، ابنِ حبان)

ترجمہ: ’’بلاشبہ جنت میں ایک بازار ہے، جس میں جنتی ہر جمعہ کو جایا کریں گے، وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں کو خوشبو سے بھر دے گی اور ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا، پھر وہ خوب زیادہ حسین وجمیل ہو کر اپنے گھر والوں کے پاس جائیں گے، گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم ہم سے جُدا ہونے کے بعد تمہارا حسن و جمال بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ کہیں گے اللہ کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہو گیا ہے‘‘ (ترجمہ ختم) [1]

(۲)...... حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ (تابعی) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سعید ابن مسیّب سے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں جمع کرے۔

سعید ابن مسیّب نے کہا کہ کیا جنت میں بازار بھی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! مجھ کو نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ:

جب جنت والے جنت میں داخل ہوں گے تو جنت میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجات میں قیام فرمائیں گے۔ پھر ان کو دنیا کے دنوں میں سے جمعہ کے دن کی مقدار میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے اجازت دی جائے گی (یعنی ہفتہ میں ایک دن زیارت کیا کریں گے) اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنی تجلی فرمایا کریں گے۔ پہلے سب لوگ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں جمع ہوں گے پس اس باغ میں نور کے موتیوں کے، یاقوت کے، زبرجد کے

---

[1] المراد بالسوق مجمع لهم يجتمعون كما يجتمع الناس فى الدنيا فى السوق ،ومعنى (ياتونها كل جمعة)اى: فى مقدار كل جمعة اى اسبوغ،وليس هناك حقيقة اسبوغ لفقد الشمس والليل والنهار،والسوق يذكرويؤنث،وهوافصح،و(ريح الشمال)بفتح الشين والميم بغيرهمزة،هكذاالرواية قال صاحب العين:هى الشمال والشمأل باسكان الميم مهموز،والشئملةبهمزة قبل الميم،والشمل بفتح الميم بغيرالف،والشمول بفتح الميم وضم الميم،وهى التى تأتى من دبر القبلة،قال القاضى:وخص ريح الجنة بالشمال لانها ريح المطرعند العرب كانت تهب من جهة الشام ،وبها ياتى سحاب المطر، وكانوا يرجون السحابة الشامية،وجاء ت فى الحديث تسمية هذه الريح المثيرةاى المحركة ،لانها تثير فى وجوههم ماتثيره من مسک ارض الجنة وغيره من نعيمها(شرح النووى على صحيح مسلم ج٩ ص ٢١٥، تحت حديث ٥٠٦١ ،باب لن يدخل احد الجنة بعمله بل برحمة اللّٰه تعالىٰ)

اور سونے چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے اور اعمال کے اعتبار سے جو کم مرتبہ حضرات ہوں گے، وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور ان کو یہ خیال نہیں ہوگا وہ کرسی نشیں حضرات کو اپنے سے بہتر جگہ بیٹھنے والا سمجھیں (یعنی بیٹھنے میں درجات کا فرق ہوگا لیکن دل میں اس کا اثر اور رنج نہیں ہوگا کیونکہ جنت میں رنج وغم کا نام نہیں ہوگا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ:

هَلْ نَرٰی رَبَّنَا — کیا ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ

جی ہاں، کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں اور چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں کوئی شک ہوتا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

اسی طرح تم کو اپنے رب عزوجل کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا اور اس مجلس میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست کلام نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمائیں گے کہ اے فلاں ابن فلاں تجھ کو وہ دن یاد ہے کہ جس دن تو نے ایسا ایسا کہا تھا پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بعض عہد شکنیاں یاد دلائیں گے جو دنیا میں اس سے واقع ہوئی تھیں۔ یہ شخص عرض کرے گا کہ اے میرے رب! کیا آپ نے میرے وہ گناہ بخش نہیں دیئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بے شک بخش دیئے اور یہ میری رحمت کی وسعت اور میری مغفرت کی فراخی کے باعث تو اس مرتبہ پر پہنچا ہے۔ پس اہلِ مجلس اس حال میں ہوں گے کہ ان کے اوپر ایک بادل آئے گا اور ان کو ڈھانک لے گا۔ یہ بادل (بجائے پانی کے) ان پر ایسی خوشبو برسائے گا جو اس سے پیشتر کبھی سونگھنے میں نہ آئی ہوگی۔ اور ہمارا رب فرمائے گا کہ آؤ اور اس بزرگی اور اعزاز واکرام کی طرف چلو جو میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے اور جس چیز کی تم کو خواہش ہو وہ لے لو اور خوب اچھی طرح سے دل بھر کر اس خواہش کو حاصل کرو (اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اس کے بعد ہم

ایک بازار میں آئیں گے جس کو فرشتوں نے اپنے پروں سے ڈھانک رکھا ہوگا اور اس بازار میں وہ چیزیں ہوں گی، جن کو آنکھوں نے نہ کبھی دیکھا ہوگا اور نہ کبھی کانوں نے سنا ہوگا اور نہ کبھی کسی کے دل میں اس کا تصور گزرا ہوگا اور فرمایا جس نعمت کو ہم چاہیں گے وہ اس بازار میں ہم کو دی جائے گی۔ اس بازار میں خرید وفروخت نہیں ہوگی (بغیر قیمت کے سب کچھ حاصل ہوجائے گا) اس بازار میں جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ بلند درجہ والا جنتی کسی کم مرتبے والے جنتی سے ملاقات کرے گا، حالانکہ اپنے اپنے اعتبار سے کوئی کمتر وحقیر نہ ہوگا، تو کم درجہ والے جنتی کو بلند مرتبہ والے جنتی کا لباس بہت پسند آئے گا، لیکن ابھی ان کی بات ختم نہ ہونے پائے گی کہ کم درجہ والے جنتی کو اپنا لباس بلند مرتبہ والے جنتی سے اچھا معلوم ہونے لگے گا، اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں یہ موقع نہیں رکھا گیا ہے کہ کوئی شخص (ذرا بھی) رنجیدہ ہو اس کے بعد ہم سب لوٹ کر اپنے اپنے محلوں میں آجائیں گے تو ہم سے ہماری بیویاں استقبال کریں گی اور کہیں گی کہ مبارک ہو اور شادمانی ہو، کیا بات ہے؟ کہ تمہارا حسن وجمال اس وقت سے زیادہ ہوگیا ہے جس وقت تم ہمارے پاس سے گئے تھے، پس ہم لوگ جواب میں کہیں گے، آج ہم نے اپنے رب کے ساتھ ہم نشینی کا فخر حاصل کیا ہے اور ہم اس تبدیلی کے لائق ہیں جو ہم میں پائی جارہی ہے (ترمذی فی الجنۃ، ابنِ ماجہ فی الزہد، صحیح ابنِ حبان، ترغیب وترہیب جلد۴ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲) ؂۱

جمعہ کے دن جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت

جمعۃُ المبارک کا دن وہ عظیمُ الشان دن ہے، جس میں جنتی حضرات اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرّف ہوں گے

۱؂ قال المنذری:

رواہ الترمذی وابن ماجہ کلاھما من روایۃ عبدالحمید بن حبیب ابن ابی العشرین عن الاوزاعی عن حسان بن عطیۃ عن سعید، وقال الترمذی حدیث غریب لانعرفہ الا من ھذا الوجہ.

قال الحافظ: وعبدالحمید ھو کاتب الاوزاعی مختلف فیہ کما سیأتی وبقیۃ رواۃ الاسناد ثقات، وقد رواہ ابن ابی الدنیا عن ھقل بن زیاد کاتب الاوزاعی ایضا، واسمہ محمد، وقیل عبداللہ، وھو ثقۃ ثبت احتج بہ مسلم وغیرہ، عن الاوزاعی قال: نبئت ان سعید بن المسیب لقی اباھریرۃ فذکر الحدیث (ترغیب وترھیب جلد ۴ صفحہ ۳۰۲)

(۱)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَتَجَلّٰی لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ فِی مِقْدَارِ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ عَلٰی کَثِیْبِ کَافُوْرٍ اَبْیَضَ (کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۴۶۷ حدیث نمبر ۳۹۲۸۶، کذا فی الجامع الصغیر بحوالہ خطیب فی التاریخ عن انس قال السیوطی ضعیف)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ جنتیوں کے لئے ہر جمعہ کے دن کی مقدار کے برابر سفید کافور کے ٹیلے پر تجلی فرمائیں گے‘‘ (ترجمہ ختم)

(۲)......ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فِیْ قَوْلِہٖ (وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ سورہ قٓ) قَالَ یَتَجَلّٰی لَھُمْ کُلَّ جُمُعَۃٍ (مجمع الزوائد کتاب التفسیر ج ۷ رقم حدیث ۱۱۳۶۳ بحوالہ بزار وفیہ عثمان بن عمریر وھوضعیف)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ کے قول **وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ** یعنی ہمارے پاس ایسی نعمتیں بھی ہیں جن کی طرف انسان کا وہم وخیال بھی نہیں ہوسکتا، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر جمعہ کے روز زیارت کی نعمت حاصل ہوگی‘‘ (ترجمہ ختم)

اور اللہ تعالیٰ کی زیارت سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر ہے (کذا فی معارف القرآن جلد۸ صفحہ ۵۳۰)

(۳)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَزُوْرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الرَّبَّ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ، وَذَکَرَ مَایُعْطَوْنَ، قَالَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ: اَکْشِفُوْا حِجَاباً، فَیَکْشِفُ حِجَابٌ، ثُمَّ حِجَابٌ، ثُمَّ یَتَجَلّٰی لَھُمْ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ عَنْ وَجْھِہٖ فَکَأَنَّھُمْ لَمْ یَرَوْا نِعْمَۃً قَبْلَ ذَالِکَ، وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالیٰ: وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ (کنز العمال جلد۲ صفحہ ۵۰۹، حدیث نمبر ۴۶۱۴، بحوالہ ابو القاسم اللالکائی بن منصور طبری)

ترجمہ: ’’جنتی حضرات، رب تبارک وتعالیٰ کی ہر جمعہ کو زیارت کریں گے، اور آپ ﷺ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو جنتیوں کو دی جائیں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: حجاب ہٹادو، پس حجاب ہٹا دیا جائے گا، پھر ایک اور حجاب ہٹا دیا جائے گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ جنتیوں پر اپنے چہرۂ انور کی تجلی فرمائیں گے، پس یہ

Idara Ghufran

ایسی نعمت ہوگی کہ جنتیوں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی ہوگی اور یہی اللہ تعالیٰ کا قول ہے ’’وَلَدَیۡنَا مَزِیۡدٌ‘‘ یعنی ہمارے پاس ایسی نعمتیں بھی ہیں جن کی طرف انسان کا وہم وخیال بھی نہیں ہوسکتا‘‘ (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَهۡلَ الۡجَنَّةِ لَيَحۡتَاجُوۡنَ اِلَى الۡعُلَمَاءِ فِى الۡجَنَّةِ وَذَالِکَ اَنَّهُمۡ يَزُوۡرُوۡنَ اللهَ تَعَالٰى فِىۡ كُلِّ جُمُعَةٍ فَيَقُوۡلُ لَهُمۡ تَمَنُّوا عَلَىَّ مَاشِئۡتُمۡ فَيَلۡتَفِتُوۡنَ اِلَى الۡعُلَمَاءِ فَيَقُوۡلُوۡنَ مَاذَاَنَتَمَنّٰى ؟ فَيَقُوۡلُوۡنَ تَمَنَّوا عَلَيۡهِ كَذَاوَكَذَا فَهُمۡ يَحۡتَاجُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ فِىۡ الۡجَنَّةِ كَمَايَحۡتَاجُوۡنَ اِلَيۡهِم فِى الدُّنۡيَا (جامع صغیر للسیوطی ج ۲ رقم حدیث ۲۲۳۵ بحوالہ ابن عساکر عن جابر قال السیوطی ضعیف وکنزالعمال ج ۱۰ رقم حدیث ۲۸۷۶۷)

ترجمہ: جنتی جنت میں بھی علماء کی ضرورت محسوس کریں گے اور وہ اس طرح کہ ہر جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت کیا کریں گے تو اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے تم جو چاہے تمنا کرو۔ ان حالات میں جنتی علماء کی طرف متوجہ ہوں گے اور پوچھیں گے کہ ہم کس چیز کی تمنا کریں؟ پھر علماء ان کو بتلائیں گے کہ تم اس طرح کی تمنا کرو۔ الغرض جنتی جنت میں بھی علماء کی اسی طرح ضرورت محسوس کریں گے جس طرح دنیا میں ان کے ضرورت مند تھے‘‘ (ترجمہ ختم)

(۵)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اور ان کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ تھا جس میں ایک سیاہ نقطہ تھا۔

میں نے دریافت کیا کہ جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا یہ جمعہ ہے، آپ کے رب نے آپ پر پیش کیا ہے۔

تاکہ آپ کے اور آپ کے بعد آپ کی قوم کے لیے عید ہو، آپ پہلے ہیں اور یہود ونصاریٰ آپ کے بعد ہیں (یعنی یہود نے ہفتے کو اور نصاریٰ نے اتوار کو منتخب کیا، اور آپ کے لیے سب سے عظیم دن جمعہ کا منتخب ہوا، اس لیے وہ آخرت میں اس اُمت سے پیچھے ہوں گے)

میں نے دریافت کیا کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے لئے اس میں خیر ہے، اس میں ایک گھڑی ایسی

ہے کہ جب بندہ اس گھڑی میں اپنے رب سے کسی خیر کا سوال کرتا ہے تو اگر اس کی قسمت میں ہے تو اس کو دے دیا جاتا ہے اور اگر اس کے مقدر میں نہیں تو اس کے لئے وہ دعا اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اجر کے لئے ذخیرہ کردی جاتی ہے یا جو کوئی اس گھڑی میں کسی ایسے شر سے پناہ مانگتا ہے جو اس کے لئے لکھا جا چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو پناہ عطا فرمادیتے ہیں یا اگر اس کے لیے لکھا نہیں گیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر سے اس سے بڑی بلا کو دور فرمادیتے ہیں

میں نے دریافت کیا اس میں یہ سیاہ نقطہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ قیامت ہے اور قیامت جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

اور یہ دن ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور قیامت کے دن ہم اس دن کو ''یَوۡمُ الۡمَزِیۡد'' کہہ کر پکاریں گے۔

میں نے کہا کہ آخرت میں اس کو ''یَوۡمُ الۡمَزِیۡد'' کے نام سے کیوں پکاریں گے؟

انہوں نے کہا کہ آپ کے رب عزوجل نے جنت میں ایک ایسا میدان رکھا ہے جس میں سے سفید مشک پھیلتی ہے، پس جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شان کے مطابق علّیین سے اپنی کرسی پر جلوہ فگن ہوں گے اور کرسی کے اطراف میں نور کے منبر بچھائے جائیں گے، پھر انبیاء علیہم السلام آکر ان منبروں پر بیٹھیں گے پھر سونے کی کرسیاں ان منبروں کو گھیرے میں لیں گی، پھر صدیقین اور شہداء تشریف لاکر ان پر بیٹھیں گے۔ پھر جنتی آئیں گے اور مشک کے ٹیلوں میں بیٹھیں گے، پھر اُن کے رب تبارک وتعالیٰ ان پر تجلی فرمائیں گے یہاں تک کہ وہ سب اپنے رب کی زیارت سے مشرّف ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے جو تم سے اپنا وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دِکھایا، اور اپنی نعمت کو تمہارے اوپر مکمل کردیا، یہ میری بزرگی کا مقام ہے، پس تم مجھ سے مانگو؛ چنانچہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے اُس کی رضامندی طلب کریں گے، اس پر اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ میری رضا نے تمہیں میرے گھر میں پہنچایا ہے اور میں نے اپنی عزت سے تم کو نوازا ہے، پس تم مجھ سے مانگو، پھر یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے اتنا طلب کریں گے کہ ان کی رغبت اور شوق پورا ہوجائے گا؛ پھر اللہ جلَّ شانہٗ ان کے سامنے وہ چیزیں ظاہر فرمائیں گے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس

کا خیال گزرا۔ یہ نعمتیں آئندہ جمعہ تک کے لیے عنایت ہوں گی پھر (یہ نشست برخاست ہوجائے گی) پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر صعود فرمائیں گے اور (انبیاء) صدیقین اور شہداء بھی اسی کے ساتھ ساتھ تشریف لے جائیں گے (راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ) اور بالا خانے والے اپنے اپنے بالا خانوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ یہ بالا خانے سفید موتی سے بنے ہوں گے نہ ان میں کوئی جوڑ ہوگا اور نہ پھٹن ہوگی یا یہ بالا خانے سرخ یاقوت سے بنے ہوں گے یا سبز زبرجد سے بنے ہوں گے انہیں کے بالا خانے اور ان کے دروازے بھی ہوں گے۔ ان میں نہریں اور آبشاریں چلتی ہوں گی اور ان کے (درختوں کے) پھل لٹکتے ہوں گے (ان میں ان کی بیویاں اور خدمتگار ہوں گے) مگر سب سے زیادہ انہیں جمعہ کے دن کے آنے کی طلب ہوگی، تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت اور مرتبہ میں اضافہ ہو اور اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی زیارت زیادہ سے زیادہ نصیب ہو۔ اور اس وجہ سے اس دن کو ''یَوْمُ الْمَزِیْد'' کے نام سے پکارا جائے گا (ترغیب وترہیب جلد۴ صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۱ قال المنذری: رواہ ابنُ ابی الدنیا والطبرانی فی الاوسط باسنادین احدھما جید قوی وابویعلیٰ مختصراً ورواتہٗ رواۃ الصحیح والبزار، کذا فی کنز العمال ج ۷ ص ۱۴۷ حدیث نمبر ۲۱۰۶۳، بحوالہ ابن ابی شیبہ ومجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۲۱ بحوالہ بزار، طبرانی فی الاوسط وابویعلیٰ)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ چار قسم کے ہیں:

(۱) نبیین (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین

جن کا قرآن مجید میں بھی سورہ نساء میں تذکرہ آیا ہے۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کے وقت بھی اپنے اپنے درجات کے مطابق شان سے نوازا جائے گا، مذکورہ حدیث میں شہداء کے بعد جن جنتیوں کا ذکر ہے ان سے مراد صالحین اور نیک لوگ ہیں، جن کا درجہ صدیقین اور شہداء کے بعد ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے وقت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب مَردوں میں سے وہ لوگ ہونگے جو جمعہ کی نماز میں امام کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی زیارت میں سبقت لے جانے والے وہ لوگ ہونگے جو جمعہ کی نماز کے لئے سبقت لے جانے والے تھے، یعنی جو لوگ جمعہ کی نماز کے لئے جلدی پہنچ جاتے تھے۔ [۱]

---

[۱] انہ یوم یتجلی اللہ عزوجل فیہ لاولیائہ المومنین فی الجنۃ وزیارتھم لہ فیکون اقربھم منہ اقربھم من الامام واسبقھم الی الزیارۃ اسبقھم الی الجمعۃ (زاد المعاد، الجزء الاول، صفحہ ۱۶۵، فصل فی مبدء الجمعۃ)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ رمضان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

……**ماہِ رمضان ۲۵۱ھ**: میں حضرت ابوحفص عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار الحمصی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسماعیل بن عیاش، سفیان بن عیینہ، بقیہ بن ولید اور ولید بن مسلم رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، جعفر الفریابی اور ابوبکر بن ابی عاصم اور ابوعروبہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۰۶)

……**ماہِ رمضان ۲۵۲ھ**: میں حضرت ابوعبیدہ عبدالوارث بن عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید التنوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اپنے والد عبدالصمد رحمہ اللہ سے اور ابوخالد الاحمر، ابوعاصم النبیل اور ابومعمر المقعد رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، احمد بن حسین بن اسحاق الصوفی اور اسحاق بن یونس المنجنیقی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تہذیب الکمال ج۱۸ ص ۴۸۶، تہذیب التہذیب ج۶ ص ۳۹۳)

……**ماہِ رمضان ۲۵۳ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام ابوالحسن السری بن المغلس السقطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، فضیل بن عیاض، ہشیم بن بشیر، ابوبکر بن عیاش، علی بن غراب اور یزید بن ہارون رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ کثرت سے عبادت میں مشغول رہتے تھے، اور حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی صحبت پائی اور ان کے بڑے ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، جنید بن محمد، ابوالعباس بن مسروق، ابراہیم بن عبداللہ المخرمی اور عبداللہ بن شاکر رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، عبداللہ بن شاکر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سری رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ''میں ایک رات مسجد میں اپنے اوراد و اشغال کر رہا تھا اور پاؤں محراب کی طرف پھیلائے بیٹھا تھا کہ غیبی آواز آئی، اے سری! اس انداز میں تو بادشاہ بیٹھتے ہیں، پس فوراً میں نے اپنے پاؤں سمیٹے اور جواب دیا کہ تیری عزت وجلال کی قسم (اے میرے رب) آئندہ نہیں پھیلاؤں گا (اس واقعہ سے بارگاہِ الٰہی میں ان کے مقام کی قربت کا انداز ہوتا ہے''

ابوبکر الحربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سری سقطی رحمہ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے:

’’میں نے ایک دفعہ ایک بات پہ(بے موقعہ)الحمد للہ کہا تھا، پس اس تحمید پر تیس سال سے استغفار کر رہا ہوں، آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ تو فرمایا کہ میری ایک دوکان تھی، ساز وسامان اس میں تھا تو وہ بازار جل گیا(جس میں دکان تھی)مجھے ایک ملنے والے نے خبر دی کہ تجھے خوشخبری ہو تیری دکان جلنے سے بچ گئی، میں نے کہا الحمد للہ(بطورِ شکر کے)پھر میں نے غور کیا تو مجھے اپنی خطا کا احساس ہوا(کیونکہ اس میں ایک پہلو خودغرضی کا ہے کہ جب خود نقصان سے بچ گیا تو دوسروں کے نقصان کا کوئی غم نہ ہو)‘‘

آپ بغداد کے امام شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۸۷)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۳ھ**: میں ابوعاصم خشیش بن اصرم بن اسود النسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشہور کتاب ’’الاستقامة فی السنة والرد علی اهل البدع والاهواء‘‘ کے مصنف ہیں، ابراہیم بن حکم بن ابان العدنی، ازہر بن سعد السمان البصری، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع اور اسحاق بن منصور السلولی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، امام نسائی، اسحاق بن اسماعیل الرملی، اسماعیل بن حسن الاسکاف المصری، حسین بن عبدالغفار الازدی اور ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد السجستانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج۳ ص ۱۲۳، تھذیب الکمال ج۸ ص ۲۵۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۵۱)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۳ھ**: میں حضرت ابوجعفر احمد بن سعید بن بشر بن عبیداللہ الھمدانی المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسحاق بن الفرات التجیبی، اصبغ بن الفرج المصری، بشر بن بکر التنیسی، ابویحییٰ زید بن الحسن البصری اور عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام ابوداؤد، ابراہیم بن عبداللہ بن معدان الاصبہانی، احمد بن عبداللہ بن العباس الطائی البغدادی اور عبداللہ بن محمد بن وہب الدینوری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۲۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۳۳، تھذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱۴)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۵ھ**: میں احمد بن اسرائیل بن حسین الانباری الکاتب کا انتقال ہوا، آپ عباسی خلیفہ المعتز باللہ کے وزیر تھے اور المعتز باللہ کے دربار میں آپ کو اونچا مقام حاصل تھا، آپ کی ذہانت لوگوں میں مشہور و معروف تھی، اور اس کی مثال دی جاتی تھی، جس چیز کو ایک مرتبہ سن لیتے وہ فوراً یاد

ہو جاتی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۳۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۷ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن خشرم بن عبدالرحمٰن بن عطاء بن ہلال بن ہامان بن عبداللہ المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بشر حافی رحمہ اللہ کے چچا زاد بھائی تھے (بعض حضرات کے بقول آپ بشر حافی رحمہ اللہ کے بھانجے تھے) آپ کی ولادت ۱۶۰ھ میں ہوئی، اسماعیل بن علیہ، ابوضمرہ انس بن عیاض، بشر بن محمد الکندی اور حجاج بن محمد الاعور رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام مسلم، امام ترمذی، ابراہیم بن لیث النخشبی، ابراہیم بن محمد السکری المروزی اور احمد بن عبد الرحمٰن بن بشار النسائی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۵۳، تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۴۲۳، تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۲۷۸)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۸ھ:** میں ابوعبداللہ حبیش بن مبشر بن احمد بن محمد الثقفی الطّوسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، آپ مشہور شخصیت جعفر بن مبشر المتکلم رحمہ اللہ کے بھائی تھے، عبداللہ بن بکیر السھمی، علی بن المدینی، غسان بن المفضل الغلابی، وہب بن جریر حازم اور یحیٰ بن معین رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام ابنِ ماجہ، ابوبکر احمد بن علی بن سعید المروزی القاضی، اسحاق بن ابراہیم البستی القاضی، اسحاق بن بنان الانماطی اور جعفر بن احمد بن سالم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، امام ابوبکر الخطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ایک عالم فاضل شخصیت تھے، اور بغداد کے عقلاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ہفتہ کے دن وفات ہوئی، آپ سے یہ حدیث مروی ہے: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے (ام المومنین) حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) کو آزاد کیا اور آزاد کرنے کو ان کا مہر مقرر کیا اور ان سے نکاح فرمایا (ابنِ ماجہ)'' (تھذیب التھذیب ج ۲ ص ۱۸۲، تھذیب الکمال ج ۵ ص ۴۱۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۵۸ھ:** میں حضرت ابواحمد محمود بن آدم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوعبدالرحمٰن المروزی کے نام سے مشہور تھے، بشر بن السری، سفیان بن عیینہ، عبدالملک بن ابراہیم الجدی، فضل بن موسیٰ السینانی اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوحامد احمد بن حمدون بن رستم الاعمشی، ابوبشر احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب المروزی، حسین بن مکی السرخسی، ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد اور محمد بن اسحاق بن موسیٰ المروزی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب الکمال

ج۲۷ ص ۲۹۵، تهذیب التهذیب ج ۱۰ ص ۵۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۰ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد الصباح الزعفرانی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابراہیم بن مہدی المصیصی، ارزق بن علی، اسباط بن محمد القرشی، اسماعیل بن علیہ، حجاج بن محمد المصیصی اور داؤد بن مہران رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوالطیب احمد بن ابی القاسم، عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی، احمد بن محمد بن الجراح، ابوسعید احمد بن زیاد بن الاعرابی، احمد بن مسروق الطّوسی اور اسماعیل بن عباس الوراق رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تهذیب التهذیب ج ۲ ص ۲۷۵، تهذیب الکمال ج ۶ ص ۳۱۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۴ھ**: میں فقیہ الملۃ علامہ ابوابراہیم اسماعیل بن یحیٰی بن عمرو بن مسلم المزنی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ہیں، جس سال لیث بن سعد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی اسی سال (یعنی ۱۷۵ھ میں) آپ کی ولادت ہوئی، امام شافعی، علی بن معبد بن شداد اور نعیم بن حماد رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ نے بہت کم حضرات سے استفادہ کیا لیکن اس کے باوجود آپ فقہ کے بہت بڑے عالم شمار ہوتے تھے، ابوبکر بن خزیمہ، ابوالحسن بن جوصا، ابوبکر بن زیاد النیشاپوری، ابوجعفر الطحاوی اور ابونعیم بن عدی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ ہی کے ذریعہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب سارے عالَم میں پھیلا، آپ سے جب جماعت کی نماز فوت ہوجاتی تو آپ اس نماز کو ۲۵ مرتبہ پڑھتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۹۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۴ھ**: میں شیخ الحنفیہ حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان البخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا شمار ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے بڑے علماء میں ہوتا تھا، ابوالولید الطیالسی، حمیدی، ابونعیم عارم اور یحیٰی بن یحیٰی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعصمہ احمد بن محمد الیشکری، عبدان بن یوسف، علی بن حسن بن عبدہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۱۸)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۵ھ**: میں حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابراہیم بن اسماعیل بن بشیر بن سلمان (آپ ابن البصیر کے نام سے مشہور تھے) ابراہیم بن حسن التغلبی الکوفی، ابوعاصم احمد بن جواس الحنفی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں، امام نسائی اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں آپ سے روایت کرتے

ہیں، ابوالعباس احمد بن محمد الازہر الازہری، ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدۃ اور ابوبکر احمد بن المنکدری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں(تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۱۱۸ ،تھذیب الکمال ج۲ ص ۱۲۹)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۶ھ:** میں حضرت ابوالفضل صالح بن احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصبہان کے قاضی تھے، اپنے والد احمد بن محمد اور عفان، ابوالولید ابراہیم بن ابوسوید اور علی بن المدینی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کے بیٹے زہیر اور ابوبکر بن عاصم، بغوی، ابنِ صاعد، محمد بن مخلد اور ابوعلی الحصائری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۲۰۳ھ میں ہوئی، اصبہان میں وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۳۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۷ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن حسن بن موسیٰ بن میسرۃ الہلالی النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ازہر بن القاسم المکی، اسحاق بن عیسیٰ، حبان بن ہلال، حجاج بن منہال اور حسان بن حسان رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام ابوداؤد، ابراہیم بن اسحاق الانماطی، ابراہیم بن الاشعث (آپ مشہور بزرگ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے خادم تھے) ابراہیم بن ابی طالب اور احمد بن سلمہ النیشاپوری رحمہم اللہ(تھذیب التھذیب ج۷ ص ۲۶۴ ،سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۲۸ ،تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۷۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۸ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عباد بن آدم الہذلی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اپنے والد عباد بن آدم، اور ابواحمد الزبیری، عبدالوہاب الثقفی، ابنِ ابی عدی، مروان بن معاویہ اور معتمر بن سلیمان رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، عمرو بن محمد بن بجیر، حسن بن علی الفسوی اور ابوعروبہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی(تھذیب التھذیب ج۹ ص ۲۱۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۹ھ:** میں حضرت ابوفروۃ یزید بن محمد بن یزید بن سنان الرہاوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اپنے والد محمد بن یزید اور حسن بن موسیٰ الاشیب اور بہت سے حضرات سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابوعروبہ الحرانی رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۵۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۶۹ھ:** میں حضرت ابوالیمن یاسین بن عبدالاحد بن ابی زرارۃ المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حضرت اشہب بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی زیارت کی ہے، ابراہیم بن اسماعیل بن علیۃ المتکلم، اسعد بن وہب المعافری اور ایوب بن سوید الرملی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام

نسائی، ابراہیم بن عاصم بن موسیٰ، احمد بن محمد بن الحارث، احمد بن یحیٰی بن خالد بن حیان الرقی اورمحمود بن عبدالرحمٰن البلخی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۵۴، تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۱۸۴)

☐......ماہِ رمضان ۲۷۰ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن عبداللہ بن البرقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ایک کتاب صحابہ کے طبقات، سوانح اور انساب پر ہے، آپ کا شمار ائمہ حدیث وآثار میں ہوتا ہے، عمرو بن ابی سلمہ، اسدالسنۃ، ابنِ ہشام اور ابوصالح رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، احمد بن علی المدائنی، طحاوی اور بہت سے حضرات رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۷۰)

☐......ماہِ رمضان ۲۷۰ھ: میں حضرت اسحاق بن الصباح الکندی الاشعثی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے، اور مشہور شخصیت اشعث بن قیس رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، حسن بن علی الخلال، سریج بن یونس اور سعید بن الحکم بن ابی مریم رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام ابوداؤد (یہ آپ سے پہلے ہی وفات پاگئے تھے) حماد بن عنبسہ الوراق رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۰۸، تہذیب الکمال ج ۲ ص ۴۳۶)

☐......ماہِ رمضان ۲۷۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن مسلم بن عثمان بن عبداللہ الرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابراہیم بن ابی اللیث، ابراہیم بن المنذر الحزامی، ابراہیم بن موسیٰ الرازی، احمد بن صالح المصری اور احمد بن عبداللہ بن یونس رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام نسائی، احمد بن سلمہ بن عبداللہ النیشاپوری، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم، ابوعمر و احمد بن محمد بن ابراہیم بن حکیم المدنی اور احمد بن محمد بن یزید الزعفرانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، عبدالمومن بن احمد بن حوثرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ محمد بن مسلم کے علاوہ کسی کے لئے مجلس میں کھڑے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی کسی کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے، اور میں نے خود ابوزرعہ رازی کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا'' امام جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''تین آدمی حدیث کے معاملے میں زمانے کے علماء شمار ہوتے ہیں، اور تینوں کا تعلق علاقہ رےّ سے ہے، پوری دنیا میں اس زمانے میں ان جیسا کوئی نہیں، اور وہ تین علماء یہ ہیں، ابوزرعہ، محمد بن مسلم بن وارۃ، ابوحاتم رازی (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۴۵۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۷۶)

☐......ماہِ رمضان ۲۷۲ھ: میں ابومعشر جعفر بن محمد البلخی کی وفات ہوئی، ان کی علمِ نجوم اور علمِ

ہندسہ میں بہت تصنیفات ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے حدیث کے بڑے عالم تھے لیکن بعد میں علمِ نجوم اور علمِ ہندسہ میں مبتلا ہوگئے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۶۱)

□...... **ماہِ رمضان ۲۷۲ھ:** میں حضرت ابویحییٰ احمد بن عصام الانصاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ محمد بن یوسف الزاہد رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، ابوداؤد الطیالسی، معاذ بن ہشام اور ابواحمد الزبیری رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوبکر بن ابوداؤد، احمد بن جعفر السمسار اور عبداللہ بن جعفر بن فارس رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۲)

□...... **ماہِ رمضان ۲۷۲ھ:** میں حضرت محمد بن عبیداللہ بن یزید البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوالحسین احمد بن جعفر بن المنادی رحمہ اللہ کے دادا تھے، آپ کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۷۱ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: اسحاق بن یوسف الازرق، حفص بن غیاث، ابواسامہ حماد بن اسامہ، روح بن عبادہ، ابوبدر شجاع بن ولید، عبداللہ بن بکر السھمی اور عفان بن مسلم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: آپ کے پوتے ابوالحسین احمد بن جعفر المنادی، ابوسہل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد القطان، اسماعیل بن محمد الصفار، عبداللہ بن محمد بن عبید بن ابی الدنیا اور ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم رحمہم اللہ، منگل کی رات آپ کی وفات ہوئی اور منگل کے دن آپ کی تدفین ہوئی، آپ امام احمد رحمہ اللہ سے ۷ سال بڑے تھے (تھذیب التھذیب ج۹ ص ۲۹۰، سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۵۵۶، تھذیب الکمال ج۲۶ ص ۵۲، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۹۶)

□...... **ماہِ رجب ۲۷۳ھ:** میں حضرت ابوامیہ محمد بن ابراہیم بن مسلم بن سالم الخزاعی الطرسوسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ طرسوس میں رہتے تھے، احمد بن اسحاق الحضرمی، احمد بن عبداللہ بن یونس، اسحاق بن منصور السلولی، اسود بن عامر الشاذان اور بحر بن سوید البصری رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام نسائی اور آپ کے بیٹے ابراہیم بن ابی امیۃ الطرسوسی، احمد بن ابراہیم بن عبادل، ابوالحارث احمد بن سعید الدمشقی اور احمد بن علی بن الحسن رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب الکمال ج۲۴ ص ۳۳۱)

□...... **ماہِ رمضان ۲۷۳ھ:** میں امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی تھا، آپ ابوعبداللہ ابن ماجہ القزوینی کے نام سے مشہور تھے، آپ کا تعلق عراق کے شہر ''قزوین'' سے تھا، آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی، اپنے وقت کے عظیم علماء ومحدثین سے آپ نے علمِ دین حاصل کیا، اکیس سال کی عمر تک اپنے علاقے میں طلبِ علم کرنے کے بعد ۲۲ سال کی عمر میں

دور دراز علاقوں کے سفر پر تشریف لے گئے، اور خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق کے وغیرہ کی خاک چھانی، آپ کے اساتذہ میں حسن بن علی الخلال حلوانی، ابوعبدالرحمٰن سلمہ بن شبیب نیشاپوری، محمد بن یحییٰ عدنی، محمد بن میمون الخیاط اور یزید بن عبداللہ یمامی رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں، آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بڑی طویل ہے، صاحبِ تہذیب الکمال نے آپ کے چند شاگردوں کے نام اس طرح ذکر فرمائیں ہیں، علی بن سعید بن عبداللہ عسکری، ابراہیم بن دینار جرشی ہمدانی، احمد بن ابراہیم قزوینی، اسحاق بن محمد قزوینی اور جعفر بن ادریس رحمہم اللہ ''سنن ابنِ ماجہ'' آپ کی مشہورِ زمانہ حدیث کی کتاب ہے جو صحاحِ ستہ میں بھی شامل ہے، جو آپ نے لاکھوں کی تعداد میں احادیث کے ذخیرے سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے ترتیب دی ہے، عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ کے عہدِ خلافت میں آپ کی وفات ہوئی (تهذيب الكمال ج٢٧ ص ٤١، سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ٢٧٩، تذكرة الحفاظ ج٢ ص ٦٣٦، ظفر المحصلین ص١٤٠)

□......**ماہِ رمضان ۲۷۴ھ:** میں حضرت ابوالحسین علی بن ابراہیم بن عبدالمجید الواسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد کے رہنے والے تھے، یزید بن ہارون اور وہب بن جریر اور بہت بڑی جماعت آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ صاعد، عثمان بن السماک، ابوسہل العطار اور ابوبکر النجاد رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے (سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ٩٠)

□......**ماہِ رمضان ۲۷۴ھ:** میں حضرت ابوعلی حسن بن مکرم البغدادی البزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، علی بن عاصم، یزید بن ہارون، روح بن عبادہ اور ابوالنضر ہاشم بن القاسم رحمہم اللہ سمیت بہت سے اکابرین آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، قاضی المحاملی، اسماعیل الصفار، ابوبکر النجاد اور ابوسہل بن زیاد رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٩٣)

□......**ماہِ رمضان ۲۷۴ھ:** میں حضرت ابوسلیمان داؤد بن علی البغدادی الاصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی اصبہانی نسبت اس لئے تھی کہ آپ کی والدہ اصبہان کی رہنے والی تھیں، آپ خلیفہ مہدی کے آزاد کردہ غلام تھے، ۲۰۰ھ میں ولادت ہوئی، سلیمان بن حرب، عمرو بن مرزوق، قعنبی، محمد بن کثیر العبدی، مسدد بن مسرہد، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور الکلبی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کے بیٹے ابوبکر محمد بن داؤد اور زکریا الساجی، یوسف بن یعقوب الدراوردی اور عباس بن احمد المذکر رحمہم اللہ آپ سے حدیث

روایت کرتے ہیں، امام ابوعبداللہ المحاملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے داؤد بن علی سے زیادہ کسی کو خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۰۸، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۷۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۰ھ**: میں حضرت ابواسماعیل محمد بن اسماعیل بن یوسف الترمذی السلمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابونعیم، اسماعیل بن ابی اویس، ربیع المرادی، حمیدی اور قعنبی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام ترمذی، امام نسائی، المحاملی، جعفر الفریابی اور ابنِ ابی الدنیا رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۱، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۴، سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۴۳، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۰۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۲ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام قاضی ابواسحاق بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید الازدی البصری المالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی تصانیف بہت کثرت سے ہیں، اور عراق میں فقہ مالکی کے شیخ شمار ہوتے تھے، اور فقہ مالکی کے بڑے عالم تھے، امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی آپ نے تشریح کی، آپ بغداد کے قاضی بھی رہے، ۱۹۹ھ میں ولادت ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۱)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوالفضل جعفر بن محمد بن ابوعثمان الطیالسی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عفان بن مسلم، سلیمان بن حرب، محمد بن فضل عارم، اسحاق بن محمد الفروی اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابنِ صاعد، اسماعیل الصفار، ابوبکر النجاد، محمد بن عباس بن نجیح، ابوسہل بن زیاد اور ابوبکر الشافعی رحمہم اللہ آپ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۴۷، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۲۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۳ھ**: میں حضرت ابوعمرو مقدام بن داؤد بن عیسیٰ بن تلید الرعینی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسد بن موسیٰ، عبداللہ بن محمد بن المغیرہ، خالد بن نزار الایلی اور یحییٰ بن بکیر رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، احمد بن حسن بن عتبہ الرازی، علی بن احمد البغدادی اور ابوالقاسم الطبرانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ فقہ مالکی کے بڑے عالم شمار ہوتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۴۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۳ھ**: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن یوسف بن سعید بن خراش المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، خالد بن یوسف السمتی، عبدالجبار بن العلاء، ابوعمیر بن نحاس الرملی اور ابوحفص الفلاس رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ عقدہ، بکر بن محمد الصیرفی اور ابوسہل بن زیاد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۱۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۳ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن غالب بن حرب الضبی التمتمام رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد کے رہنے والے تھے، آپ کی ولادت ۱۹۳ھ میں ہوئی، ابونعیم، مسلم بن ابراہیم، قعنبی، عفان بن مسلم، عبدالصمد بن نعمان، ابوحذیفہ النہدی اور عمرو بن مرزوق رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوجعفر بن البختری، اسماعیل الصفار، عثمان بن السماک، ابوسہل القطان اور ابوبکر الشافعی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۹۲، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۱۵)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۴ھ:** میں خراسان کے شیخ حضرت ابویعقوب اسحاق بن ابوعمران الاسفرائینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ فقہ شافعی کے بہت بڑے امام تھے، آپ نے اپنے آبائی وطن اسفرائین سے دور دراز ممالک مثلاً خراسان، بغداد، بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام کے سفر کئے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے ائمہ سے علم حاصل کیا (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۵۷)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۶ھ:** میں ابوبکر احمد بن المعلی بن یزید الاسدی الدمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مشہور شخصیت قاضی ابوزرعہ رحمہ اللہ کی نیابت میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابراہیم بن العلاء، بن الضحاک الزبیدی، احمد بن ابی الحواری، احمد بن عبدالواحد بن عبود، اسماعیل بن ابان بن حوی، ابوجعفر حماد بن مبارک الازدی الصنعانی اور ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام نسائی، ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن صالح بن سنان القرشی، ابوالحسن احمد بن عمیر بن یوسف بن جوصی، ابوعلی احمد بن محمد بن فضالہ اور اسحاق بن ابراہیم بن ہاشم الاذرعی رحمہم اللہ (تہذیب الکمال ج۱ ص ۴۸۷، تہذیب التہذیب ج۱ ص ۷۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۶ھ:** میں حضرت ابوجعفر احمد بن موسیٰ بن اسحاق التمیمی الکوفی الحمار البزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابونعیم، قطبہ بن العلاء، وضاح بن یحییٰ، مخبول بن ابراہیم اور حسن بن ربیع رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن عمرو بن جابر الرملی، ابوالحسن بن سلمہ القزوینی القطان، محمد بن احمد بن یوسف اور ابن ابی دارم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۷۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۸۶ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام بن بشار النیشاپوری الوراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، یحییٰ بن یحییٰ النیشاپوری، اسحاق، حسن بن عیسیٰ، عمرو بن زرارۃ اور محمد بن رافع رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، مؤمل بن حسن اور ابوحامد بن الشرقی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ دن کو روزہ

Idara Ghufran

رکھتے تھے اور رات کو نوافل پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مجھے یحیٰی بن یحیٰی رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۱۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۱ھ**: میں حضرت ابوعلاثہ محمد بن احمد بن عیاض بن ابی طیبہ الاخباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اپنے والد احمد بن عیاض اور محمد بن رمح، مکی بن عبداللہ الرعینی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام طبرانی علی بن محمد، محمد بن احمد الصفار اور حمید بن یونس رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۵۴)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۲ھ**: میں حضرت ابومصعب احمد بن ابی بکر الزہری العوفی المدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اہلِ مدینہ کے شیخ تھے، اور مدینہ کے قاضی بھی تھے، ۱۵۰ھ میں ولادت ہوئی، امام مالک رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، ابراہیم بن سعد، یوسف الماجشون رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوزرعہ اور بقی بن مخلد رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۸۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۶ھ**: میں حضرت ابوحصین محمد بن حسین بن حبیب الوادعی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، احمد بن یونس، جندل بن والق، یحیٰی بن عبدالحمید اور عون بن سلام رحمہم اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں، ابوعمرو بن السماک، ابوبکر بن النجاد، جعفر بن محمد بن عمرو اور ابوبکر عبداللہ بن یحیٰی الطلحی، رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، کوفہ میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۲۹)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۶ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمہ بن شبیب النسائی النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مکہ کے رہنے والے تھے، یزید بن ہارون، ابواسامہ، جارود بن یزید اور عبدالرزاق رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوداؤد، نسائی، مسلم، ابوحاتم، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور محمد بن ہارون الروبانی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۴۳)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۷ھ**: میں حضرت ابومحمد یوسف بن یعقوب بن اسماعیل بن حماد بن زید بن درہم الازدی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، عمرو بن مرزوق، محمد بن کثیر العبدی، مسدد بن ابراہیم اور ھدبہ بن خالد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوعمرو بن السماک، ابوسہل القطان، عبدالباقی بن قانع، دعلج بن احمد اور ابوبکر الشافعی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، پہلے آپ بصرہ کے قاضی تھے اس کے بعد ۲۹۶ھ میں واسط شہر کے قاضی بنائے گئے، کچھ عرصہ آپ شرقی بغداد کے قاضی بھی رہے، آپ کے والد یعقوب رحمہ اللہ مدینہ کے قاضی تھے (سیر اعلام النبلاء

Idara Ghufran

ج۱۴ ص ۸۶، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۲۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۷ھ**: میں حضرت ابومحمد یعقوب بن اسماعیل بن حماد بن زید البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۰۸ھ میں ہوئی، چھوٹی عمر میں ہی طلبِ علم کے لئے نکلے، اور اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے اکتسابِ فیض کیا، آپ بصرہ اور واسط کے قاضی بھی رہے ہیں (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۶)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۷ھ**: میں حضرت محمد بن داؤد بن علی الظاہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ذہانت لوگوں میں ضرب المثل تھی، "الزہرۃ فی الادب والشعر" "کتاب فی الفرائض" آپ کی مشہور کتابیں ہیں، آپ کو علمِ حدیث اور اقوالِ صحابہ میں بڑی گہری نظر حاصل تھی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عباس الدوری، ابوقلابہ الرقاشی، احمد بن ابی خیثمہ اور محمد بن عیسیٰ المدائنی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: نفطویہ، قاضی ابوعمر محمد بن یوسف رحمہما اللہ، ابومحمد بن حزم رحمہ اللہ نے ان بلند الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے: "ابنِ داؤد لوگوں میں سب سے زیادہ صاحبِ حق و مال اور سب سے زیادہ اخلاقِ کریمانہ اور زباندانی میں سب سے بلیغ اور نظافت وصفائی میں بھی سب سے آگے اور دینداری و پرہیزگاری سے متصف اور اچھی صفات کے مالک اور لوگوں میں ہردلعزیز تھے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ یاد کیا (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۱۰)

□......**ماہِ رمضان ۲۹۸ھ**: میں حضرت ابومروان عبیداللہ بن یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وسلاس اللیثی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اپنے والد یحییٰ بن یحییٰ سے امام مالک رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "المؤطا" روایت کرتے ہیں، ابوہشام الرفاعی، محمد بن عبداللہ بن البرقی رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن خالد، محمد بن ایمن، احمد بن مطرف اور احمد بن سعید بن حزم الصدفی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے بیٹے یحییٰ نے پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۳۲)

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

عیدالفطر انعام کا دن

وہ خطاب جو مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم نے ''مؤرخہ یکم شوال، بروز بدھ'' نماز عید سے قبل مسجد امیر معاویہ، کوہاٹی بازار راولپنڈی میں فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

قَالَ مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَۃِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی (سورہ طٰہٰ آیت ۵۹)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العٰلمین.

معزز حضرات! اللہ تعالیٰ نے آج ہمیں عیدالفطر کا مبارک اور سعادت والا دن نصیب فرمایا جس پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے ہم سب یہاں پر عیدالفطر کی نماز ادا کرنے کی شکل میں دراصل اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے اور ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حاضری کو قبول اور منظور فرمائیں۔

جو آیت میں نے آپ حضرات کی خدمت میں تلاوت کی ہے اس میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا گیا ہے جس میں زینت کے دن موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں سے مقابلہ کا ذکر ہے اور یہ مقابلہ فرعون کے زمانہ کے ایک تہوار کے دن ہوا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ عید اور تہوار منانے کا دستور اس دنیا میں بہت پرانا ہے۔

عیدالفطر کا دن مبارک دن ہے۔ عیدالفطر کا دن کیا ہے؟ دراصل یہ دن انعام واکرام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی مغفرت وبخشش کا دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے

پیارے بندوں کوانعام واکرام سے نوازا جاتا ہےان کے لئے بخشش ومغفرت کا اعلان ہوتا ہے، اوراللہ تعالی بندوں سےاس دن بہت خوش اورراضی ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ:

یَوْمُ الْفِطْرِ یَوْمُ الْجَوَائِزِ (کنزالعمال ج ۸ ص ۲۴۴ رقم ۲۴۵۴۰ عن ابنِ عساکر)

ترجمہ: عیدکادن انعامات حاصل کرنے کادن ہے(ترجمہ ختم)

اس لئے ہمیں اس مبارک دن کی بہت زیادہ قدرکرنی چاہئے، اوراس دن کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس دن کے جواحکام وآداب ہیں ان کومعالوم کرنا اورادا کرنا چاہئے۔اس دن کے مسنون اعمال اورآداب عموماًاہل علم حضرات بیان فرماتے رہتے ہیں۔

اس دن کی تعظیم وتکریم کس طرح کی جائے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ اس دن کی تعظیم وتکریم کس طرح سے کی جائے تواس کا بالکل واضح اورصاف ستھرا جواب یہ ہے کہ اس دن کے جواحکام وآداب شریعت کی طرف سے مقرراور طے کئے گئے ہیں ان پرعمل کرنا چاہئے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔یہ اللہ تعالی کا بہت بڑافضل وکرام ہے کہ ہمیں اندھیرے میں نہیں رکھا ہر ہر چیز کی وضاحت اورصراحت فرما کر ہمارے لئے جنت اور دوزخ کے راستوں کودن کی روشنی کی طرح بالکل منوراورروشن فرمادیا ہے ابتدا سے لے کرانتہا تک کی ساری چیزیں واضح فرمادی ہیں اوران کے درجات اورمراتب کی بھی نشاندہی فرمادی ہے کہ کون سے عمل کا کیا درجہ ہے؟ اورکونسے عمل کا کیا درجہ ہے؟ اورپھران پرعمل کوبھی ہرایک کے لئے بہت سہل بنادیا ہے۔اتنی وضاحت اورصراحت اورسہولت وراحت کیباوجودبھی اگرہم ان سے محروم رہیں توسوائے بدبختی یا کم بختی کےاورکیا نام دیاجاسکتا ہے۔

اس مبارک دن کا نام آسمانوں پراللہ تعالی کی بارگاہ میں ''یوم الجائزۃ''یعنی انعام کادن رکھا جاتا ہےاوریہ شرف صرف دن کوہی حاصل نہیں بلکہ اس کی رات کا نام بھی ''لیلۃ الجائزۃ'' ہے یعنی انعام کی رات رکھا جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عیدالفطر کا یہ دن مبارک ہے اسی طرح سے اس کی رات بھی مبارک ہے، اورجس طرح عیدالفطر کادن قابل قدرہے اسی طرح اس کی رات یعنی شب عیدبھی قابل قدرہے۔

عیدکی رات بھی فضیلت والی رات ہے

کیونکہ بعض روایات سے عیدکی رات کی یہ فضیلت معلوم ہوتی ہیکہ جس نے اس رات کی قدرکی اوراس کو

زندہ رکھا یعنی اس میں گناہ کے کام سے اپنے آپ کو بچایا اور نیکی میں اسکو خرچ کیا تو اس کا دن قیامت کے دن جبکہ لوگوں کے دل دہشت اور وحشت کی وجہ سے مردہ ہو جائیں اس شخص کا دل مردہ نہ ہوگا۔

اس قسم کا مضمون ایک سے زیادہ روایات میں آیا ہے اگرچہ شب عید کی فضیلت کے سلسلہ میں وارد شدہ روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، مگر چونکہ ایک تو شدید درجہکی ضعیف نہیں ہیں، دوسرے مختلف سندوں سے مروی ہیں اور تیسرے اس رات کی فضیلت بھی مستحب درجہ کی قرار دی گئی ہے، فرض یا واجب درجہ کی نہیں قرار دی گئی اور کئی فقہائے کرام ومحدثین عظام سے بھی شب عید کی فضیلت منقول ہے اس لئے شب عید کی عبادت کے مستحب درجہ کی فضیلت کا تحکم کرنے کی ان روایات میں صلاحیت موجود ہے اور شب عید کی فضیلت کی ایک مستقل وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ شریعت میں رات کو اگلے دن کا تابع قرار دیا گیا ہے، چنانچہ دن جو نام ہوتا ہے اس کی رات اسی دن کے نام کے ساتھ موسوم کی جاتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''شب جمعہ'' اسی طرح یہ رات ایسے دن کی رات ہے جس کی فضیلت شرعی اصولوں کی رو سے مسلمہ ہے اس لئے بھی اس رات کو فضیلت والی رات قرار دینا بے جا اور غیر معقول نہیں ہے۔

بہر حال اس قسم کی وجوہات کے پیش نظر شب عید کی فضیلت کو تسلیم کرنے میں کوئی حرج اور مانع نہیں ہے۔

شب عید کی عبادت کی خاص کیفیت وکمیت مقرر نہیں لیکن کیونکہ کسی معتبر حدیث وروایت سے شب عید کی کوئی مخصوص عبادت ثابت نہیں ہے اس لئے اس رات کی عبادت کو مطلق اور عامہ رکھنا چاہئے اور اس رات کی کوئی مخصوص ومتعین عبادت مقرر نہیں کرنی چاہئے جس کو سہولت وآسانی کے ساتھ جس بھی نیک عمل کی توفیق ہو جائے اس کو کرنا چاہئے چاہے نفل نماز پڑھ کر، چاہے ذکر واذکار اور تلاوت وغیر کر کے، چاہے توبہ واستغفار کر کے۔

اسی طرح اس رات کی عبادت کی کوئی مقدار بھی مقرر نہیں، جتنی عبادت کی بھی توفیق ہو جائے غنیمت ہے، یہاں تک کہ صرف دو رکعت نفل بھی اخلاص کے ساتھ اس رات کی فضیلت کو حاصل کرنے کی خاطر پڑھ لی جائیں تو امید ہے کہ اس رات کی فضیلت کسی نہ کسی درجہ کی حاصل ہو جائے گی، مگر شرط یہ ہے کہ گناہوں سے بچا جائے اور شیطان کو کیونکہ معلوم ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے اس لئے اس رات کی فضیلت سے محروم کرنے کے لئے اس نے یہ راستہ نکالا ہے کہ لوگوں کو اس رات میں مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا کراتا ہے آجکل بہت سے لوگ رات بھی بازروں میں یا چاند کی مبارکباد دینے کے بہانے لوگوں کے گھر

ج کرادھرادھر کی غپ شپ میں اس رات کے قیمتی وقت کو برباد کر دیتے ہیں اور نہ جانے اس رات میں کیا کیا خرافات کرتے ہیں۔اللہ تعالی حفاظت فرمائیں۔بہرحال نہ تو شب عید کی عبادت کی کوئی خاص کیفیت مقرر ہے اور نہ کوئی کمیت اور مقدار مقرر ہے کہ سب لوگ اس کی پابندی کریں۔

اسی طرح ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ عبادت مستحب درجہ کی ہے لہذا اس کو اکیلے اور تنہائی کی شکل میں بجالانا چاہئے اس سلسلہ میں کچھ تفصیلات ہمارے ادارہ غفران سے مطبوعہ رسالہ ''شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' میں بیان کردی گئی ہیں،اگر کسی کو تفصیل کا شوق ہو تو اس رسالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال میرا مقصد شب عید کی فضیلت بیان کرنا نہیں ہے،اس کا ذکر تو عید الفطر کی دن کی فضیلت کے تحت ضمنی طور پر آ گیا ہے۔عید کی عبادت خوشی اور مسرت کے رنگ کی ہے۔

میرا مقصود تو یہ ہے کہ ہم عید الفطر کے دن کی اہمیت اور قدر و قیمت کو سمجھیں اور اس دن کو خالص خوشی و مسرت کا دن نہ سمجھیں بلکہ عبادت واطاعت کا دن سمجھیں۔

اس دن کی خوشی اور مسرت کو بھی اسی لئے عبادت واطاعت شمار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کو بندوں کا اس دن میں خوشی اور مسرت کا اختیار کرنا پسند ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کو جس وقت جو عمل اور جو حالت پسند ہو اس وقت میں وہی عمل اور حالت عبادت بن جاتی ہے خواہ وہ عمل اور حالت اپنے اندر غمی کا رنگ لئے ہوئے ہو خواہ خوشی کا رنگ لئے ہوئے ہو۔

دیکھ لیجئے کہ جب کسی عورت کو شوہر فوت ہو جاتا ہے یا خدانخواستہ اسے طلاق دے دیتا ہے جس نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو عورت کے لئے سوگ کرنا جس کو عدت گزارنا کہتے ہیں،یہ عبادت بن جاتا ہے اور عدت کی شکل غم کی ہوتی ہے۔اسی طرح عید کے دن کی عبادت خوشی اور مسرت و شادمانی کی شکل میں رکھی گئی ہے۔اسی سے یہ مسئلہ بھی سمجھ لینا آسان ہوگا کہ ہمارے یہاں آجکل بعض لوگوں میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ جس گھر میں فوتگی ہو جاتی ہے اس گھر کے افراد پہلی عید کے موقع پر خوشی منانے اور اچھا لباس پہننے اچھا کھانا پکانے کو معیوب سمجھتے ہیں یہ غلط ہے،اس رواج کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں اور یہ رواج سراسر غیر اسلامی ہے،جس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

خوشی اور تکبر،نمائش واتراہٹ میں فرق

مگر یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خوشی کی کیفیت میں انسان تکبر اور

نمائش یا عجب واتراہٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو یاد رکھئے کہ عید کے دن خوشی ومسرت اور شادمانی تو عبادت ہے لیکن تکبر یا نمود ونمائش یا اتراہٹ عبادت نہیں بلکہ یہ چیزیں تو عام دنوں میں بھی گناہ ہیں اور عید کے دن اور زیادہ گناہ ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ عید کی خوشی اور مسرت کو تکبر، نمائش اور اتراہٹ یا بناوٹ کی بھینٹ نہ چڑھنے دیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو اپنے مقابلہ میں حقیر و ذلیل نہ سمجھیں، اچھا لباس اور اچھے کپڑے پہن کر دوسرے مسلمانوں پر اپنی برتری اور فوقیت نہ جتلائیں بلکہ اپنے آپ کو دوسرے مسلمان سے متر اور چھوٹا سمجھیں۔ اور اچھا لباس، اچھا کھانا، اچھے جوتے یا کوئی بھی نعمت جو حاصل ہو اسے اپنا کمال اور اپنا کوئی ہنر اور فن سمجھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور انعام سمجھیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم اپنے ہر کسی کمال اور کسی استحقاق کی وجہ سے ان چیزوں کے مالک بنے ہیں بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور انعام ہے ورنہ ہم تو اس قابل نہ تھے، اسی طرح ریاکاری اور دکھلاوے کے لئے اور اپنی ناک اونچی کرنے کے لئے کوئی عمل نہ کریں، نہ اس غرض سے اچھا لباس پہنیں اور نہ اور کوئی چیز اس نیت سے استعمال کریں، اگر نفس میں اس قسم کا تقاضا ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اپنے عیب اور اپنی کمزوریوں کا مراقبہ کریں۔

اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم اس قسم کے تباہ کن نفسانی وشیطانی حملوں سے بچ سکیں گے، ورنہ بڑا مشکل کام ہے۔

آج جو نفس وشیطان نے ہمیں عبادت کے رنگ میں بھی کئی گناہوں میں مبتلا کر رکھا ہے اور زیادہ سنگین معاملہ اس لئے ہو گیا ہے کہ ان گناہوں پر عبادت کا رنگ بھی چڑھ گیا ہے، اسی کا نام تلبیس ہے اور ابلیس کا نام ابلیس اسی وجہ سے ہے کہ وہ اس قسم کی تلبیسات کا جال پھینک کر لوگوں کا اپنا شکار کرتا ہے۔

اس قسم کی شیطانی ونفسانی تلبیسات سے بچنے کے لئے اپنے نفس کی اصلاح کرائی جاتی ہے جس کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے اور یہ مقصد رگڑے کھائے ہوئے اللہ والوں سے اپنا غیر رسمی تعلق رکھنے سے حاصل ہوتا ہے، خود بخود سوچنے بوجھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عید کا دن اجر وانعام کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو رمضان کے اعمال کا اجر اور بدلہ عطا فرمایا جاتا ہے اور بدلہ بھی مغفرت وبخشش کی شکل میں اور دعاؤں کو قبول فرمانے کی شکل میں عطا فرمایا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو دن رمضان کے اعمال کے بدلہ واجر حاصل ہونے کا

دن ہوگا اس کی فضیلت کیا کم ہوگی۔ بس اس سلسلہ میں اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ رمضان اور اس کے اعمال کی فضیلتیں جو عظیم الشان حیثیت رکھتی ہیں اس دن کو انہیں عظیم الشان فضائل کو عنایت فرمانے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

اب اندازہ لگا لیجئے کہ جو دن پورے ماہ رمضان کے اعمال کا بدلہ عطا فرمانے کے لئے منتخب کیا گیا ہے اس کی کیا کچھ فضیلت ہوسکتی ہے۔

رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح

اب یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اس دن اللہ رب العزت کی طرف سے بندوں کے لئے کس نوعیت کا انعام ہوتا ہے تو اس کی وضاحت بعض احادیث وروایات میں اس طرح آئی ہے کہ

> جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں کی جماعت صبح سویرے اپنے ربِّ کریم کی طرف چلو، جو تمہارے اوپر خیر اور بھلائی کے عظیم احسانات فرمائیں گے اور پھر اس پر لامحدود اور پائیدار ثواب بخشیں گے تمہیں (رمضان میں) رات کے قیام (تراویح) کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام کیا اور تراویح پڑھی اور تمہیں (رمضان کے) دن میں روزہ کا حکم دیا گیا تو تم نے روزہ رکھا اور اپنے رب کا کہنا مانا اور اطاعت کی، لہٰذا تم اپنے انعامات کو حاصل کرو، اور جب بندے عید کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو (اللہ کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ خبردار ہوجاؤ، بے شک تمہارے رب نے تمہاری مغفرت فرمادی (اور تمہارے گناہ معاف فرمادیئے) اور اب تم اپنے گھروں کی طرف ہدایت یافتہ ہوکر لوٹو، آج یہ انعام کا دن ہے، اور اس دن کا نام آسمان میں ''یوم الجائزۃ'' یعنی انعام والا دن رکھا جاتا ہے (طبرانی کبیر)

اب آپ حضرات کو اچھی طرح یہ بات پتہ چل گئی ہوگی کہ رمضان کی دن والی عبادت یعنی روزہ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ رات والی عبادت یعنی تراویح کی کیا اہمیت ہے کہ ان دونوں اعمال کو ہی رمضان کا وظیفہ قرار دیا گیا ہے، لہذا جس نے یہ وظیفہ مکمل کیا وہ تو اس دن کی مزدوری اور اجر کا پورا پورا مستحق ہوگا اور جس نے ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک چیز میں کوتاہی کی ہوگی اس کے اجر اور بدلہ میں کمی کردی جائے گی روزہ کی اہمیت کو تو ہم میں سے اکثر لوگ کسی درجہ میں سمجھتے بھی ہیں مگر تراویح کی اہمیت کو بہت کم لوگ سمجھتے

ہیں۔اللہ تعالیٰ روزہ کے ساتھ تراویح کی اہمیت بھی ہمارے دلوں میں ڈال دے۔

چند اہم باتیں

آخر میں چند اہم باتوں کی وضاحت کر دیتا ہوں

ایک بات تو یہ ہے کہ عیدالفطر کی نماز واجب ہے،اس کی دو رکعتیں ہیں،اس میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔اوراس میں چھ زائد تکبیریں رکھی گئی ہیں،تین تین تکبیرات اضافی دونوں رکعتوں میں ہیں،پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور قرات سے پہلے ہیں،اور دوسری رکعت میں قرات کے بعد اور رکوع سے پہلے ہیں،نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعا کر لینا مستحب ہے،یہ دعا اصل میں تو انفرادی ہے،تعلیم کی خاطر کبھی کوئی دعا اونچی آواز میں کی جاسکتی ہے اوراس کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے خطبہ مکمل ہونے کے بعد کوئی عمل باقی نہیں رہتا،نہ تو عید کی نماز کے بعد گلے ملنے اور معانقے کرنے کا کوئی ثبوت ہے اور نہ ثواب ہے۔لہذا اس کو ضروری سمجھنا یا ثواب سمجھنا گناہ اور بدعت ہے بلکہ عید کے دن معانقہ کرنا بھی ثابت نہیں۔

عید کے بعد قبرستان جانا

عید کے دن خواہ عید کی نماز سے پہلے یا عید کی نماز کے بعد یہ عیدین کے اعمال میں سے نہیں ہے،نہ فرض ہے،نہ واجب ہے اور نہ ہی اس کا سنت ہونا کہیں دستیاب ہوسکا۔مگر آجکل لوگ اس کو فرض و واجب کی طرح کا عمل سمجھتے ہیں،اوراس کیبہت پابندی کرتے ہیں،قبرستان جانا ویسے تو ایک نیک عمل ہے،بشرطیکہ کسی قسم کی کوئی شرک بدعت والی حرکت نہ کیا جائے لیکن ہماری بحث خاص عید کے دن کے ساتھ اس کا تعلق ہونے سے ہے تو یہ بتلا دیا کہ عید کے دن کے ساتھ اس کا تعلق شریعت سے ثابت نہیں ہے غور کرنیکا مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک کے اعمال محفوظ ہیں،یہاں تک کہ خاص عید کے دن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بھی محفوظ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن گھر سے طاق عدد کھجور یا چھوارہ تناول فرما کر عید کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے،تو جو عمل عام لوگوں کی نظروں سے مخفی رہ کر صرف گھر والے افراد کے سامنے انجام دیا،جب وہ بھی من وعن اپنی پوری کیفیت ونوعیت کے ساتھ محفوظ ہے تو قبرستان جانے والا ایسا عمل جو گھر سے باہر نکل کر انجام دیا جاتا ہے وہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن انجام دیا ہوتا وہ کیسے مخفی رہ سکتا تھا،لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خاص عید کے دن قبرستان تشریف لے جانے یا اس کی امت کو

ترغیب دینے کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور صحابہ کرام کے عید کے معمولات میں بھی اس کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ قبرستان جانے کا عید کے دن کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کو عید کے دن کا کوئی فرض، واجب یا سنت اور باعث ثواب عمل سمجھنا درست نہیں اور ثواب سمجھے بغیر بھی اس کی غیر معمولی پابندی کرنا غلط ہے۔

عید کے دن سویاں اور شیر بنانا

اسی طرح سے ایک بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ عید کے دن خاص قسم کی سویاں تیار کرنا جس کو ہماری زبان میں ''شیر'' کہا جاتا ہے یہ بھی عید کے دن کا کوئی سنت یا فرض وواجب عمل نہیں، لہذا اس کو بھی باعث ثواب قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ اگر کسی کو شیر پسند ہو اور وہ اپنی پسند کی وجہ سے اپنی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے شیر تیار کرلے اور اس میں غلو بھی نہ کرے مثلاً اگر انتظام نہ ہو تو قرض وغیرہ نہ لے بلکہ ناغہ کردے تو اس میں کوئی گناہ بھی نہیں، جس طرح رمضان میں افطاری کے کھانے میں پکوڑے کھانا نہ فرض ہے نہ واجب ہے اور نہ ہی سنت ہے لیکن اگر کسی کو پسند ہوں اور پکوڑا افطاری کے وقت مرغوب ہوں، اور اس لئے وہ افطار کے کھانے میں پکوڑے استعمال کرلیا کرے مگر ان کو نہ فرض سمجھے نہ واجب سمجھے اور نہ سنت سمجھے غرضیکہ کسی طرح سے ان میں کسی خاص ثواب اور فضیلت کا عقیدہ نہ رکھے تو ایسی صورت میں ان کو ناجائز یا گناہ قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن اگر خدانخواستہ کسی کا عقیدہ اس کے خلاف ہوجائے اور وہ پھر اسی عقیدہ کے ساتھ پکوڑے افطار میں کھائے تو پھر وہ گناہگار ہوگا۔

بہرحال ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا ضروری ہے، کسی بھی چیز کو اپنے درجہ سے گرادینا یا بڑھادینا اور جس چیز میں ثواب نہ ہو بلکہ وہ ایک مباح اور جائز درجے کا عمل ہو اس میں ثواب سمجھنا گناہ ہے

دعاء

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مبارک دن کی برکتوں اور سعادتوں سے مستفید فرمائیں اور اس دن کی میں ناقدری کرنے سے محفوظ فرمائیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے اور تائب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین، ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسلسلہ: فقھی مسائل

مفتی محمد امجد حسین

پاکی ناپاکی کے مسائل

نجاستوں کی پاکی کے مختلف طریقے

کثیر الوقوع نجس اور پاک چیزوں کی تفصیل ضروری درجے میں بیان ہوچکی ہے؛ اس باب میں جزئیات اور بھی بہت ہیں جن میں سے اکثر نادر اور قلیل الوقوع ہیں، عام آدمی کو کم ہی پیش آتے ہیں، شاذ و نادر ایسے مسائل سے سابقہ پڑ جائے تو موقعہ پر اہل علم سے رہنمائی لی جاسکتی ہے اس لئے نجس اور غیر نجس چیزوں کی اس بحث کو سمیٹ کر اب ہم نجس چیزوں کے پاک کرنے کی مختلف صورتیں اور طریقے بیان کرتے ہیں۔

نجاستوں کی پاکی کا عام طریقہ اور کثیر الاستعمال صورت پاک پانی سے اس کو دھونا ہے۔ پھر پانی کے پاک اور ناپاک ہونے کے متعلق بھی شرعی ضابطے اور تفصیلات ہیں، اس کے متعلق بھی بحث ہم آگے کریں گے، اب پہلے ناپاک ہوجانے والی چیزوں کی اقسام اور پھر الگ الگ ہر قسم کی چیزوں کی پاکی کے احکام ملاحظہ فرمائیں

ناپاک ہونے والی چیزوں کی اقسام

(۱)......زمین اور زمین سے اُگنے والی چیزیں (جو ابھی زمین سے جُڑی ہوئی ہیں کاٹ کر الگ نہ کردی گئی ہوں) جیسے درخت، گھاس، فصل، سبزہ، سبزی، چارہ یعنی ہر قسم کے نباتات اور وہ چیزیں جو زمین سے چسپاں کردی گئی ہوں جیسے دیوار، اینٹ، پتھر کہ مثلاً جگہ پختہ کرنے، راستہ بنانے کے لئے زمین پر اینٹ، پتھر جمادی گئی، فرش بنادیا گیا۔

(۲)......وہ چیزیں جن میں مسام نہ ہوں، ٹھوس چیزیں ہوں کہ پانی وغیرہ کو جذب نہ کرتی ہوں جیسے لوہا، تانبا، پیتل، سیسہ، سلور، سونا، چاندی وغیرہ تمام دھاتیں اور ان کے برتن، بظاہر پلاسٹک اور شیشہ سے بننے والی اشیاء اور برتن وغیرہ بھی اسی قسم میں داخل ہیں۔

(۳)......وہ چیزیں جن میں کم مسام ہیں اور رطوبت کو جذب کرتی ہیں جیسے چمڑا، ترپال کی قسم کا سخت کپڑا، پیراشوٹ کی قسم کا کپڑا۔

(۴)......وہ چیزیں جو مسام والی ہیں اور رطوبت کو خوب جذب کرتی ہیں جیسے عام کپڑے اور اس طرح

کی دیگر اشیاء۔

(۵)......رقیق اور پتلی سیّال چیزیں جیسے شربت، شہد، دودھ، تیل، گھی، عرق، سرکہ وغیرہ۔

(۶)......گاڑی اور جمی ہوئی چیزیں جیسے جما ہوا گھی، جما ہوا دہی، گلقند، گوندھا ہوا آٹا، میدہ وغیرہ۔

(۷)......کھال (جانوروں کی کھال اتارنے کے بعد) **(۸)**......جسم (انسانی) **(۹)**...... پانی

نمبروار ان چیزوں کی پاکی کے طریقے اور احکام

(۱) زمین اور اس پر اگنے اور چسپاں ہونے والی چیزوں کی پاکی کا طریقہ

(الف)......زمین اگر ناپاک ہو جائے اور نجاست خواہ مرئیہ (نظر آنے والی) ہو یا غیر مرئیہ (نظر نہ آنے والی) خشک ہونے سے پاک ہو جائے گی، خواہ دھوپ سے خشک ہو یا ہوا سے یا وہاں آگ جلا کر خشک کیا جائے (اور خشک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے اس حصہ کی تری اور نمی جاتی رہے)

(ب)......اور اگر ناپاک زمین کو خشک کرنے یا اس کے خشک ہونے کا انتظار کرنے کی بجائے پانی سے اس کو دھولیا جائے اس طور پر کہ اس حصہ زمین سے اس قدر پانی بہہ جائے کہ اس پانی میں نجاست کا اثر باقی نہ رہے یا تین دفعہ پانی ڈال کر ہر دفعہ پانی کو کپڑے سے جذب کرلیں اور نجاست کے ذرات اور اثر ختم ہو جائے تو بھی وہ زمین پاک ہو جائے گی۔

(ج)......مٹی کے ڈھیلے، ریت، کنکر، پتھر وغیرہ ناپاک ہو جائیں تو خشک ہونے سے پاک ہو جائیں گے (یعنی نجاست اس قسم کی ہو کہ خشک ہونے سے اڑ جاتی ہو اور اس کا اثر باقی نہ رہ جاتا ہو) البتہ جو اینٹ، پتھر وغیرہ ایسا ہو جو پانی وغیرہ سیال چیز کو جذب کر لیتا ہو اس کا حکم کپڑے والا ہے (جو آگے آ رہا ہے)

(د)......زمین سے اُگنے والی چیزیں جو زمین پر جمی ہوئی اور پیوست ہوں جیسے درخت، گھاس وغیرہ کٹنے سے پہلے۔ یہ سب چیزیں بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ مثلاً سبزہ زاروں، گھاس، چارے اور فصلوں میں مال مویشی، درند، چرند، پرند بکثرت گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ پیشاب بھی اسی سبزہ وغیرہ پر کر لیتے ہیں۔ اب ہمیں ایسی جگہ نماز پڑھنی پڑ جائے (بغیر کوئی کپڑا بچھائے)

تو اگر یہ سبزہ وغیرہ خشک ہے اور کوئی نظر آنے والی نجاست لگی ہوئی نہیں ہے تو بلا کھٹک ہم یہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ محض اس احتمال سے اس جگہ پر ناپاک ہونے کا حکم نہ لگائیں گے کہ اس سبزہ، چارہ پر کتا، بلّا، مُوت گیا ہوگا؟ بھلے ہی سو دفعہ موت گیا ہو لیکن جب یہ سبزہ خشک ہو گیا تو شرعاً پاک ہو گیا، جب شریعت نے

پاک ہونے کا حکم لگا دیا تو کسی کے وہم، وسوسہ یا جہالت وناواقفی کی بناء پر یہ ناپاک نہ ہوگا، ایسے موقعہ پر کوئی وہمی، سودائی یا مسئلہ سے لاعلم شخص نماز پڑھنے سے روکے یا تمہارے نماز پڑھنے پر وہ انگشت بدنداں ہو یا سر بگریباں ہو تب بھی اس سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں یعنی اس جگہ کو ناپاک نہ سمجھو۔

(ہ)......زمین پر جو چیزیں قائم ہیں جیسے دیوار۔لکڑی کے ستون (کچے مکانوں میں) یا اینٹ، سیمنٹ، کنکریٹ کے ستون (پکے مکانوں میں) اسی طرح اینٹ، پتھر، سیمنٹ، کنکریٹ وغیرہ کے بنے ہوئے فرش اور راستے، یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہوجاتے ہیں (مراقی الفلاح ۱/۱۲۲، احسن الفتاویٰ ج ۲ باب الانجاس)

(و)......ناپاک زمین کی مٹی نیچے کی اوپر، اوپر کی نیچے کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

(ز)......ناپاک مٹی سے جو برتن بنایا جائے وہ پکانے کے بعد پاک ہوجاتا ہے جبکہ نجاست کا اثر باقی نہ رہے

(ح)......ناپاک زمین پر مٹی ڈال کر نجاست چھپادی جائے اور بو وغیرہ نہ آئے تو وہ زمین پاک ہوجاتی ہے (خزانۃ المفتیین)

(ط)......تنور اگر ناپاک ہوجائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہوجائے گا جبکہ نجاست کا اثر (یعنی ذرات نہ کہ محض دھبہ) اس میں باقی نہ رہے۔

(۲) جن چیزوں میں مسام نہیں ان کی پاکی کا طریقہ

آئینہ، تلوار، چھری، چاقو اور تمام دھاتی چیزیں جن میں مسام نہیں ہوتے یا چکنا پتھر اور ایسے ہی پتھر کی بنی ہوئی چیزیں یا ہاتھی دانت اور ہڈی کی بنی ہوئی چیزیں یا روغن اور لُک کئے ہوئے مٹی کے برتن، کانچ، شیشے، پلاسٹک کی اشیاء، برتن (جو کہ ملائم ہوں کھردرے نہ ہوں) جن میں پانی جذب نہیں ہوتا یہ سب چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو زمین پر رگڑنے اور تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہوجائیں گی جبکہ اتنی پونچھی، رگڑی جائیں کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ پونچھنے کی ضرورت گیلی اور تر نجاست کو صاف کرنے کے لئے پڑتی ہے اور رگڑنے کی ضرورت خشک اور جسم دار نجاست کے لئے پڑتی ہے۔ البتہ ان تمام چیزوں میں رگڑنے اور پونچھنے سے پاکی حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ یہ چیزیں منقش اور ڈیزائن دار یا بیلدار نہ ہوں، کیونکہ نقشیں و بیلدار چیزیں کھردری ہوتی ہیں اس کی درزوں، شگافوں اور سلوٹوں میں پہنچنے والی نجاست رگڑنے یا پونچھنے سے عموماً صاف نہیں ہوتی ایسے نقشیں اور کام دار چیزوں اور برتنوں کے لئے دھونا ہی لازم ہے؛ اسی طرح نقش ونگار کی بجائے ویسے ہی وہ دھاتی چیز یا کانچ یا پلاسٹک کی چیز جو کھردری ہے ملائم نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر ان منقش چیزوں میں اگر نجاست مرئیہ (نظر آنے والی نجاست) لگی ہو تو اتنا دھونا کافی ہوگا کہ نجاست زائل ہو

جائے اور غیر مرئیہ نجاست لگ جائے تو تین دفعہ دھوئی جائیں۔ ہاں اگر بہتے پانی میں دھوئی جائیں تو پھر تین دفعہ کی شرط نہیں بلکہ اتنا دھونا کافی ہے کہ پانی ایک طرف سے دوسری طرف کو اچھی طرح نکل جائے۔ نجاست اگر مرئیہ ہو تو اس کے ذرات بہہ جائیں اور وہ جگہ صاف ہو جائے (بہشتی رہبر) (جاری ہے)

قرآن مجید کی جلد بندی کا عظیم رفاہی منصوبہ

اس منصوبے کا آغاز ۲۰ لاکھ کی رقم سے ہوا، یہ رقم صرف اور صرف شہید اوراق والے قرآن مجید کے نسخوں کی جلد بندی اور ضائع ہو جانے والے اوراق اور سپاروں کی تکمیل پر خرچ کی جارہی ہے، گذشتہ کئی ماہ سے اس منصوبے پر کام جاری ہے، اب تک بہت بڑی تعداد میں گھروں اور مسجدوں میں رکھے ہوئے متروک التلاوت قرآن مجید نئی جز بندی اور جلدی بندی سے آراستہ ہو کر لوگوں تک پہنچ کر دوبارہ تلاوت میں آچکے ہیں، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

آئندہ کے منصوبے

(۱)......اس مبارک کام کے لئے مستقل عمارت کا حصول۔

(۲)......گاڑی (سوزوکی وین وغیرہ) کی فراہمی، تاکہ قابلِ اصلاح نسخوں کی جگہ جگہ سے وصولی اور تیار نسخوں کی جگہ جگہ فراہمی کا عمل تیز اور منظم ہو جائے۔

(۳)......اس عمل کے لئے مستقل تنخواہ دار عملہ اور کارکنوں کی تقرری۔

تعاون کی شکلیں

مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے کافی بجٹ کی ضرورت ہے، اس لئے تعاون کی عام شکل تو عطیات بصورت نقدی کی فراہمی ہے۔

اس کے علاوہ

(۱) گتہ برائے جلد بندی (۲) کپڑا برائے جلد بندی (۳) کاغذ برائے جلد بندی، ڈور، دھاگہ (۴) گتے کے خالی کاٹن اور ڈبے برائے ترسیل مصاحفِ قرآنی (۵) الماریاں (یہ چیزیں عطیہ کر کے بھی تعاون کر سکتے ہیں)

فی الوقت یہ منصوبہ ''جامعہ اسلامیہ، کشمیر روڈ، صدر، راولپنڈی'' میں جاری وساری ہے۔

منجانب: انچارج پروجیکٹ: سید محمد طارق علوی۔ 0300-5172403

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۲)

معیشت اور تقسیمِ دولت کا ایک بڑا فطری ذریعہ تجارت، لین دین اور بیوپار ہے جس کی اہمیت ہر زمانے اور ہر قوم میں مسلم رہی ہے۔ اسلام کے اولین حاملین اور مخاطبین قریش ایک زبردست تجارت پیشہ قوم تھے جن کی تجارتی سرگرمیاں ملٹی نیشنل لیول کی تھیں، شام وروم وفارس وایران اور یمن و ہندوستان (جنوبی ہند کے ساحلی علاقے) ان کی تجارتی گزرگاہیں اور ان کے تجارتی قافلوں کی آماجگاہیں تھیں۔ بحر و بر دونوں عربوں کے بیوپاری کاروانوں اور کانواؤں کی بازی گاہیں تھیں ع بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

حق و باطل کے اولین معرکہ جنگ بدر جس کو قرآن مقدس نے ''یوم الفرقان'' قرار دیا ہے اس کا بڑا محرک سردارِ قریش ابوسفیان کی سرکردگی میں ایکسپورٹ اور امپورٹ کا کاروبار کر کے شام سے واپس آنے والا قریش مکہ کا تجارتی قافلہ تھا جو گویا کہ قریش کی جوّال وسیّار (موبائیل) تجارتی کمپنی تھی۔ پیغمبر اسلام نے کفر کے منہ زور گھوڑے کو لگام دینے کے لئے اور اسلام کے خلاف ان کفار ومشرکین عرب کی ریشہ دوانیوں کا سدباب کرنے کے لئے اس تجارتی قافلے (جو مدینہ کے قریب سے گزرنے والا تھا) کا تعاقب کر کے قریش کی اقتصادی کمر توڑ کر ان پر معاشی دباؤ ڈالنے کا فیصلہ کیا کیونکہ سال میں ایک دو دفعہ بین الاقوامی تجارت پر نکلنے والے ان تجارتی قافلوں میں پوری قوم کا سرمایہ لگا ہوتا تھا یہ تجارتی قافلے قریش کی دستکاریاں، مصنوعات، چمڑا، کھجور وغیرہ اونٹوں پر لاد کر شام و یمن پہنچتے وہاں پورے سیزن میں لین دین اور خرید وفروخت کر کے وہاں کی مصنوعات اور اشیاء اور دیگر تجارتی منافع اونٹوں، گھوڑوں پر لاد کر لدے پھندے پھر حجاز مکہ کی ''وادی غیر ذی زرع'' (بے آب وگیاہ وادی) میں پہنچتے تھے اور اس طرح پورے قوم اور قبیلہ کے معاش اور کفالت کا نظام چلتا تھا۔ گویا پیغمبر اسلام نے صنادیدِ عرب کے تجارتی قافلے کے گھیراؤ کا فیصلہ کر کے ابوجہل اینڈ کمپنی پر ایسا وار کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا کہ حدود حرم کے باسی یہ سرکش کفار خاک چاٹنے، ناک رگڑنے اور کان پکڑنے پر مجبور ہو جاتے۔ [1]

---

[1] یاد رہے کہ نبی علیہ السلام کے فیصلے کی بھنک ابوسفیان کے کان میں پڑ گئی تھی اس نے ایک تو مکہ سے کمک طلب کی اور دوسرے اپنے قافلے کو بھگا لیجانے کا انتظام کیا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آج کی دنیا سمجھ رہی ہے کہ معاشی ناکہ بندی کر کے بغیر لڑے بھڑے دشمن کو خاک چٹانا جدید جنگی سکیم ہے جبکہ محققین اور تجزیہ نگاروں نے سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کر کے یہ راز فاش کیا ہے کہ جدید ترین جنگی اصول جو آج بھی جنگی معرکوں میں کامیابی کی شاہ کلید سمجھے جاتے ہیں ان کی اولین جھلک اسوہ حسنہ میں نظر آتی ہے۔اسلام زندگی سے بھرپور مذہب ہے، زندگی کے ہر گوشے پر اس کی پرچھائیں یکساں پڑتی ہیں۔ زندگی کے ہر میدان پہ اس کی گہری چھاپ ہے۔اس کے حاملین نے اپنے عروج کے ہزار آٹھ سو سالہ دور میں اس دین کی تعلیمات کو زندگی کے ہر میدان میں پھیلایا ہے۔طاغوت کو جب عالمی نظام پر تسلط حاصل ہوا تو وہ اسلام کے ان سب نقد منافع وثمرات سے مستفید تو ہونے لگا جن کا تعلق خود اس دنیوی زندگی کی خوبی وخوش اسلوبی سے ہے اور اسے شیرِ مادر کی طرح بغیر ڈکار کے ہضم کرنے لگا، لیکن اسلام کا نام درمیان سے اڑا دیا اور ان سب چیزوں کو اپنا موروثی اور خانہ زاد و خانہ ساز ٹھہرا دیا ع

چہ دلاور دزدے کہ بر کف چراغ نہادہ

محققین نے عرب کے تجارتی میلوں کی بھی تاریخ مرتب کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کا صرف ایک سالانہ میلہ ''بازار عکاظ'' ہی نہ لگتا تھا بلکہ یہ ماہانہ میلے تھے اور ماہ بماہ پورے جزیرہ عرب کے اطراف و اکناف میں اس طور پر لگتے تھے کہ ہر جگہ ایک ایک ماہ یہ میلہ رہتا تھا اور بارہ مہینوں کے حساب سے بارہ میلے اس طرح ترتیب دیئے گئے تھے اور ان کا محل وقوع اس طور پر رکھا گیا تھا کہ پورے جزیرہ عرب کو محیط ہو جاتے تھے اور ان مَیلوں کا یک گول سرکل بن جاتا تھا کہ ربیع کے جس مہینے میں جس مقام پہ میلہ لگتا اگلے ربیع کے اسی ماہ میں میلہ پورے جزیرہ کا چکر کاٹ کر وہیں پہنچ جاتا تھا اس طرح ہر مقام اس کے لئے متعین ہوتا تھا اور یہ میلے وسیع الجہت مقاصد کے حامل تھے، معاشی، معاشرتی، ادبی، سیاسی سب مقاصد انہی میلوں میں طے ہوتے تھے اور انہی میلوں کے نتیجے میں حاصل ہوتے تھے، ان میلوں میں جہاں ایک طرف پورے عرب کی دستکاریاں، مصنوعات اور عجم کی اجناس واشیاء دستیاب ہوتی تھیں اور وہ ایسی

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اسلامی لشکر کی مڈبھیڑ ابوسفیان کے قافلے کی بجائے ابوجہل کے مسلح لشکر سے ہوگئی اور جنگ بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا جس نے حق کی حقانیت اور باطل کے بطلان کی ایک نئی مثال قائم کردی۔قرآن مجید میں سورہ انفال کی آیت نمبر ے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ جتلایا ہے کہ تم تو غیر مسلح تجارتی قافلے سے بھڑنا چاہتے تھے لیکن اللہ کو یہ منظور تھا کہ کفر کو اس کی پوری مسلح قوت کے ساتھ میدان میں لاکر چاروں شانے چت کردیا جائے تاکہ حق وباطل کا اچھی طرح فیصلہ ہوجائے۔امجد۔

اجتماعی منڈی کی حیثیت رکھتی تھیں کہ سب کو سب چیزیں یہاں سے مل جاتی تھیں، طلب ورسد کے فطری نظام کے تقاضے پورے ہوتے تھے تو دوسری طرف عربوں کی زباندانی، شعروشاعری، نقد وجرح کے مظاہرے بھی یہیں ہوتے تھے اور فصحاء و بلغاء اپنا لوہا پورے عرب سے انہی میلوں میں تھڑوں پر بیٹھ کے منواتے تھے۔ ناموری بھی یہیں سے حاصل ہوتی تھی اور زورآوری کے فیصلے بھی یہیں ہوتے تھے۔ صلح وجنگ کے بہت سے معاہدے اور قبائلی تنازعات واختلافات کے تصفیے بھی یہاں ہوتے تھے۔

قریش عرب کو قدرت نے ان میلوں کے متبادل حرم شریف کی وجہ سے حج بیت اللہ کی شکل میں مرکزیت عطا کی تھی حج کے موسم میں جب عربوں کے سب قوم قبیلے مذہبی جذبے سے یہاں پہنچے ہوتے تھے تو حج کے علاوہ بہت سے دیگر سیاسی، معاشی، اجتماعی مصالح بھی قریش کو گھر بیٹھے حاصل ہو جاتے تھے اور اسی بیت اللہ کی وجہ سے سارے عرب قریش کی چودھراہٹ تسلیم کرنے میں بھی عار نہ کرتے تھے۔ سورۃ قریش میں اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اپنا یہ احسان بھی یاد دلایا ہے۔

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (سورہ قریش آیت ۳،۴)

آغاز اسلام کے معاصر عربوں کی یہ تاریخ تو سینکڑوں سال بعد کی ہے گو ہم سے سینکڑوں سال پہلے کی ہے لیکن اس سے بھی سینکڑوں سال پہلے عرب بائدہ (خالص عرب) کی ایک زبردست باجبروت تجارت پیشہ قوم، قوم شعیب کی تاریخ بھی قرآن مجید نے محفوظ کی ہے اور تجارتی ایوانوں اور میدانوں کو ایک ضابطہ اخلاق سکھانے کے لئے اس تجارت پیشہ قوم کی بہت سی بددیانتی، خیانت، ظلم وناانصافی اور ہٹ دھرمی پر مبنی پالیسیاں بیان فرمائی ہیں۔ اور پھر ان پالیسیوں کا انجام بتلایا ہے اور ان کے پیغمبر کی زبان سے ان کی پالیسیوں کی خرابی اور قباحت اور اس کے مقابلے میں تجارت کے صحیح اصول اور بنیادیں بیان فرمائی ہیں۔ قیامت تک کے تاجروں اور لین دین کرنے والوں کے لئے اس قصہ میں بڑی عبرت ہے اور تجارت کے باب میں تصویر کے دونوں رخ مثبت اور منفی موجود ہیں۔ اس آئینے میں اپنے تجارتی عمل کا چہرہ ایک مسلمان کو ضرور دیکھتے رہنا چاہئے تا کہ اپنے کاروبار کے خدوخال اس پر واضح ہوتے رہیں۔

تجارت کے بہت سے عمومی اصول اور آداب جو نفسِ تجارت اور بیوپار سے تعلق رکھتے ہیں وہ کافی تفصیل سے اس قسط وار مضمون سے پہلے ماہنامہ التبلیغ میں ہی ایک قسط وار مضمون تجارت کے آداب میں بھی ذکر ہو چکے ہیں۔ آگے ہم تجارت کے فقہی اقسام اور ان کے احکام ذکر کریں گے۔ (جاری ہے..........)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مولانا محمد ناصر

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط۶)

بچوں کی بہن بھائیوں کے معاملے میں تربیت

والدین پر اولاد کی تربیت کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے دلوں میں بہن بھائیوں کے لیے احترام واکرام، ادب، اتفاق، اتحاد اور محبت کے جذبے کو پیدا کریں، اور اُن میں ایک دوسرے کے لیے نفرت، غصے اور حسد جیسے بُرے اخلاق پیدا نہ ہونے دیں۔

اولاد میں باہمی اتفاق اور اتحاد کو پیدا کرنے کے لیے جہاں والدین اولاد کی نگرانی کرتے ہیں تو وہاں اولاد کے ساتھ والدین کو اپنے طرزِ عمل پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہوگی۔ بعض اوقات بہن بھائیوں میں ایک دوسرے سے حسد اور نفرت اس وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ اُن کے والدین سب اولاد میں برابری اور مساوات سے کام نہیں لے رہے یا جب والدین کی محبت کا اظہار ایک بچے کے ساتھ دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے، تو دوسرے بچے کے دل میں اپنے بھائی، بہن سے حسد، چڑ، جلَن پیدا ہونے لگتی ہے، اور وہ دوسرے بہن بھائیوں پر غصہ کرنے لگتا ہے، حتیٰ کہ اس حسد اور غصہ کی آگ میں بعض اوقات وہ اپنے بھائیوں کو جانی ومالی نقصان پہنچانے سے بھی نہیں چوکتا۔ اور ساتھ ساتھ وہ احساسِ کمتری میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے، اور اُس کی صلاحیتیں اس احساس کی وجہ سے دب کر رہ جاتی ہیں اور کبھی وہ اپنے والدین کی توجہ اپنی طرف کرانے کے لیے خود کو بھی نقصان پہنچا دیتا ہے۔

اس وجہ سے والدین اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کریں، جس سے اُن کی اولاد اس غلط فہمی میں مبتلاء نہ ہو اور ہر ایک یہی سمجھے کہ والدین کی محبت ہم سب کے ساتھ ہے (اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۱۸۰، بتغیر)

بہن بھائیوں میں باہمی اتفاق اور محبت پیدا کرنے کے لیے اُن میں ایک دوسرے کو سلام ومصافحہ کرنے کی عادت ڈالی جائے، اور چھوٹوں کو بڑوں کے ساتھ نرمی اور ادب کے ساتھ بات کرنے کی تاکید کی جائے، اور چلّا کر بولنے سے روکا جائے، خاص طور پر اگر بچی چلّا کر بولے، تو یہ زیادہ بُرا ہے کیونکہ بڑی ہو کر بھی اسے یہ عادت رہے گی، جو خواتین کے لیے دین ودنیا کے اعتبار سے کئی فتنوں کا باعث ہے۔

چھوٹوں کو بڑوں کا نام لے کر پکارنے کے بجائے ''بھائی جان صاحب'' یا ''بہن یا وجی صاحبہ'' جیسے القاب

کے ساتھ پکارنے کو کہا جائے، اگر کوئی بچہ اس کی خلاف ورزی کرے اور اپنے سے بڑے کے ساتھ بدتمیزی سے بات کرے یا بُرے القاب اور بُرے نام لے کر پکارے تو اس کو بڑوں کا ادب کرنے کی تلقین کی جائے، اور ضرورت پڑنے پر بچہ کی برداشت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اُس کو مناسب تنبیہ اور سرزنش بھی کی جائے۔

چھوٹے بہن بھائیوں کے دل میں بڑوں کا ادب واحترام پیدا کرنے کے لیے اُن کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی سُنایا جاسکتا ہے:

حَقُّ كَبِيرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيرِهِمْ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ (کنز العمال، حدیث نمبر ۴۵۴۷۳ بحوالہ بیھقی فی شعب الایمان عن سعید بن العاص)

یعنی ''بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر ایسے ہے جیسے والد کا حق اپنی اولاد پر ہوتا ہے''

اسی طرح سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کی غیبت کرنے یعنی ایک کی غیر موجودگی میں دوسرے کی بُرائی کرنے اور چُغلی کھانے یعنی ایک کا عیب اور بُرائی دوسرے کے سامنے نقل کرنے سے منع کریں؛ اگر کوئی بچہ اس بُری حرکت میں مبتلا ہو تو جس کی غیبت کی ہو اُس سے معافی بھی منگوائیں، تاکہ بچہ میں غیبت وچُغل خوری سے نفرت پیدا ہو، اور آئندہ کے لیے اس گناہ سے بچ جائے۔

بہن بھائیوں میں ایک عادت یہ بھی ہوتی ہے کہ جب وہ کسی دوسرے کے پاس اپنی پسند کی چیز دیکھتے ہیں تو حرص اور لالچ کرنے لگتے ہیں، تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق بچوں کی مرغوب اور پسندیدہ جائز چیزیں خود ان میں تقسیم کریں؛ اور دوسروں کی چیزوں پر نظر رکھنے سے بچوں کو منع کریں، ایک دوسرے کی چیزوں پر نظر رکھنے سے بچوں میں لالچ پیدا ہوتا ہے، اگر اس لالچ کو ختم نہ کیا جائے تو بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ یہ عادت بھی پختہ ہوتی رہتی ہے۔

بچوں میں یہ عادت ڈالنے کی کوشش کی جائے کہ کوئی چیز تنہا نہ کھائیں، بلکہ دوسرے بھائی بہنوں اور بچوں میں تقسیم کر کے کھائیں، تاکہ بچوں میں سخاوت جیسی اچھی عادت پیدا ہو، اور کنجوسی سے بچوں کی حفاظت ہو لیکن اسی کے ساتھ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اگر بچہ ضد کرے تو ہرگز بھی اس کی ضِد پوری نہ کی جائے تاکہ ضِد کرنے کی عادت چھوٹ جائے، ورنہ بچوں کی ضِدیں پوری کرنے سے اُن کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔

تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک ساتھ نہ کھیلنے دیں کیونکہ اس طرح دونوں کی عادتیں بگڑتی اور خراب ہوتی ہیں؛ لڑکوں اور لڑکیوں کے ایک ساتھ کھیلنے سے اگر وہ نامحرم ہیں تو آئندہ کی

بے راہ روی اور مفاسد میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اور اگر محرم ہیں تو لڑکیوں میں حیاء کم ہونے اور لڑکوں میں عقل اور سمجھ کے کم ہونے کا خطرہ ہے؛ لٰہذا لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھے کھیلنے سے روکنا چاہیے، اور جب غیر لڑکے گھر میں آئیں، چاہے وہ چھوٹے ہی ہوں، لڑکیوں کو وہاں سے ہٹ جانا چاہیے۔

سرپرست حضرات کو چاہیے کہ بہن بھائیوں کو اکھٹے ایک جگہ نہ سُلائیں، بلکہ بہنوں اور بھائیوں کے لیے الگ الگ سونے کا انتظام کریں، اور شریعت نے تو لڑکوں کو بھی جب اُن میں سمجھ داری آجائے تو اکھٹے سونے سے منع کیا ہے۔

اسی طرح سرپرستوں کو چاہیے کہ بہن بھائیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ زبانی زیادہ ہنسی، دل لگی کرنے کی عادت نہ پیدا ہونے دیں، جس سے دوسرے چڑنے لگیں؛ اس سے بہن بھائیوں میں بے باکی کا مادہ پیدا ہوسکتا ہے اور بعض اوقات تکرار تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اور بچوں میں مناسب اور نامناسب جگہ بات کرنے کی تمیز بھی ختم ہوجاتی ہے؛ اسی طرح سرپرستوں کو چاہیے کہ بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ پاؤں کا ہنسی مزاح کرنے، دھینگا مشتی کرنے سے بھی منع کریں، کیونکہ اس سے اکثر تو تکلیف اور رَنج ہوتا ہے اور کبھی بے جگہ چوٹ بھی لگ جاتی ہے۔

سرپرست حضرات کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اگر بچے کوئی چیز توڑ پھوڑ دیں یا کسی کو مار بیٹھیں تو مناسب سزا دیں، تاکہ بچے پھر ایسا نہ کریں، ان باتوں میں پیار ولاڈ کرنے، رورعایت اور چشم پوشی کرنے سے بچوں کے اخلاق بگڑنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات بچہ ضائع بھی ہوجاتا ہے، اور بیٹھے بٹھائے کسی بچے سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ویسے بھی بچوں کے ساتھ زیادہ لاڈ پیار کرنے سے اُن کے اخلاق برباد ہوجاتے ہیں، اور بچے اَبتر ہوجاتے ہیں (اصلاحِ انقلابِ امت حصہ دوم صفحہ ۲۰۷، بہشتی زیور حصہ دہم صفحہ ۱۵، بتغیر)

بعض جگہ بہن بھائی مل کر یا اکیلے اکیلے ایسی کتابیں اور مضامین پڑھتے ہیں، جن میں شریعت کے خلاف مضامین، شاعری، عشق معشوقی اور بیہودہ قصے ہوتے ہیں، سرپرستوں کو چاہیے کہ اگر اپنی اولاد کا اچھا مستقبل چاہتے ہیں تو بچوں کو ہرگز بھی ایسے مضامین کے پاس نہ جانے دیں۔

بہن بھائیوں کے ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے عموماً ایک دوسرے کے خلافِ مزاج بات پیش آتی رہتی ہے، اور کبھی کسی ایک کی طرف سے زیادتی اور غلطی بھی ہوتی ہے، جس پر بہن بھائیوں میں ایک دوسرے سے شکایت اور ناراضگی کی نوبت آجاتی ہے، ایسے موقعے پر تربیت کرنے والوں کو بچوں میں یہ عادت ڈالنی

Idara Ghufran

چاہیے کہ غلطی کرنے والے سے اُس کی غلطی کا اقرار کروائیں اور حق واضح ہوجانے کے بعد صاحبِ حق سے معافی بھی منگوائیں؛ بچوں میں ایک دوسرے سے معافی مانگنے میں شرم کو ہرگز بھی رُکاوٹ نہ بننے دے۔

بچوں میں تواضع اور عاجزی کی عادت اور غلطی ہوجانے کے بعد غلطی پر معافی مانگنے کی عادت ڈالنا بہت ضروری ہے، بعض لوگ غلطی نہ ماننے اور ہٹ دھرمی اختیار کرنے کو بہادری سمجھتے ہیں، حالانکہ غلطی پر ڈٹے رہنا اور غلطی کا اعتراف نہ کرنا بہت بڑا عیب ہے۔

جب بہن بھائیوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت ہوگی تو آپس کے لڑائی جھگڑوں اور نفرتوں سے حفاظت ہوگی، لیکن یہ تب ہی حاصل ہوگا جبکہ شروع سے ہی اولاد کی تربیت میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔ لیکن اگر والدین اپنی اولاد میں اُن کے بچپنے میں مذکورہ اچھے اخلاق پیدا کرنے سے غافل رہے جیسا کہ آج کل بے شمار والدین اپنی اولاد کی تربیت کی ذمہ داریوں سے غافل ہیں تو پھر بچوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت، غصے، حسد اور بُغض جیسے بُرے اخلاق پیدا ہوں گے اور گھر جسے اللہ تعالیٰ نے امن وسکون کا گہوارہ بنایا ہے، وہ باہمی فسادات اور لڑائی جھگڑوں کا مرکز بن جائے گا۔

بچوں میں غلط عادتوں کے پیدا ہوجانے کا ایک بڑا سبب عموماً اُن کے سرپرستوں کا اُن کی تربیت کے معاملے میں کوتاہی کرنا ہوتا ہے؛ اس لیے بچوں میں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ اُٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے، کھیلنے کودنے اور پڑھنے لکھنے کے آداب اور قاعدوں کی عادت ڈالنی چاہیے، بچوں کو بار بار یہ آداب اور قاعدے بتلاتے رہنا چاہیے؛ اور اس پر بھروسہ نہیں رکھنا چاہیے کہ بڑے ہوکر بچے خود ہی سیکھ جائیں گے، یا بڑے ہوکر بچوں کو آداب سکھا اور پڑھا دیں گے۔

اس سلسلے میں اُکتانے یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ سمجھانے سے ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ یاد رکھیے! خود سے کوئی نہیں سیکھا کرتا، اور صرف پڑھنے سے آداب اور قاعدوں کا علم تو ہوسکتا ہے، مگر اُن آداب اور قاعدوں کی عادت نہیں پڑتی، اور جب تک نیک باتوں کی عادت نہ ہو، کوئی کتنا ہی لکھنا پڑھنا جان لے اور کتنا ہی اُسے علم کیوں نہ حاصل ہوجائے؛ ہمیشہ اس سے بے تمیزی، نالائقی اور دل دُکھانے کی باتیں ظاہر ہوتی ہیں (اصلاحِ انقلابِ امت صفحہ ۲۰۳، وبہشتی زیور حصہ دہم صفحہ ۱۵، بتغیر)

لہٰذا سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحت اولاد اور بچوں میں اُن کے بچپن کے زمانے سے ہی اچھی اور نیکی کی باتوں کی عادتیں ڈالیں۔

بسلسلہ : اصلاح و تزکیہ — اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اولیاءُ اللہ کی صحبت

مؤرخہ ۷/ شعبان ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۱/ اگست ۲۰۰۷ء بروز منگل بوقت صبح دس بجے حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لائے اور دارالافتاء اور دیگر کارکنانِ ادارہ کے لیے مختصر مگر قیمتی نصائح ارشاد فرمائیں؛ ان نصائح کو مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ و نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ......)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاحِ باطن کے لیے حلال آمدنی اور نظر کی حفاظت کی اہمیت

یہ طریق کا قاعدہ اور اُصول ہے کہ اصلاح کے معاملے میں ہر کام خواہ نجی ہو یا دوسرا، اُس کی شیخ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ چنانچہ حضرت عارف باللہ عارفی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے اجلّ خلفاء میں سے تھے، اور پہلے وہ وکالت کرتے تھے، وکالت کا پیشہ اچھا نہیں تھا، جیسے ہی لکھنؤ میں وکالت چھوڑی، تو حضرت کو اطلاع کی کہ میں نے وکالت چھوڑ دی ہے، یہ غالباً سنہ ۱۹۲۷ کی بات ہے، بس جیسے وکالت چھوڑی، حضرت کا خط آیا کہ میں نے آپ کو خلافت دیدی، اور حضرت نے یہ بھی لکھا کہ اسی کا انتظار تھا۔

اُن کی ایک کرامت پہلے یہ بیان کر دیتا ہوں کہ جب انہوں نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے (طریق کے مذکورہ قاعدے کی رعایت کرتے ہوئے) یہ اجازت لی اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت یہ تو ہو گیا (یعنی میں نے وکالت چھوڑ دی) اب میں نے ذریعۂ معاش ہومیو پیتھک علاج کو بنایا ہے، اور علاج تو مرد مریض ہوں یا عورتیں مریضہ ہوں، دونوں کا کرنا پڑے گا۔

پھر غضِ بصر (یعنی نامحرم عورتوں سے نظر نیچی کرنے) کا مسئلہ آتا ہے کہ اُن سے نظر نیچی کرنی پڑے گی؛ اس کے لیے بھی توجہ کریے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کر دی اور اس دعا سے عورتوں کا علاج کرنے کی بھی اجازت

ہوگئی، کیونکہ ظاہر ہے کہ مرد مریض ہوں یا عورتیں، مریض کا تو علاج کرنا ہی پڑتا ہے۔
حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے تھے کہ عورتوں کا علاج کرتے ہوئے اندازاً پچاس ساٹھ سال ہوگئے اور نصف صدی گزر گئی، جب سے میرے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توجہ ڈالی ہے، میری آنکھ غیر محرم عورت کے لیے پتھر کی آنکھ بن گئی؛ اس کے بعد کبھی بدنظری نہیں کی، نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ۔

حاملینِ علمِ دین کے لیے اہم نصیحت

یہ تو میں نے برسبیلِ تذکرہ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت بتائی، جس سے دو باتوں کی اہمیت معلوم ہوئی، ایک تو حلال آمدنی کی، اور دوسرے نظر کی حفاظت کی، کہ ان دونوں چیزوں کے انسان کی زندگی اور اس کے ایمان پر بہت گہرے اثرات پڑتے ہیں، اب میں جو بات علماء کے نکتۂ نگاہ سے کہنے کی ہے؛ وہ بتادوں:

ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہو رہی تھی، اُس میں علماء اور خلفاء حضرات موجود تھے، تو ایک عالم صاحب نے، حضرت سے اجازت لی اور طریقہ بھی یہی ہوتا ہے کہ بزرگوں سے کوئی سوال کرنے سے قبل اس کی اجازت لی جاتی ہے، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اجازت ہو تو میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ:

پوچھیے کیا پوچھنا ہے؟

انہوں نے عرض کی کہ:

مجھے تقدیر اور قضاء وقدر کے مسئلہ سے متعلق کچھ اشکال ہیں، اور میں نے بہت مطالعہ کیا ہے لیکن اس مسئلہ میں کوئی تشفی نہیں ہوئی۔

انہوں نے اُن کتابوں کا حوالہ بھی دیا جو اس سلسلہ میں اُن کے زیرِ مطالعہ رہی تھیں۔

سب کچھ بیان کرنے کے بعد اُن کا جو اشکال تھا، اُس کو تو حضرت نے رفع کر دیا۔

لیکن حضرت کا طریقہ تھا کہ کبھی کوئی نو وارد صاحب فقہ کا یا تصوف کا کوئی مسئلہ دریافت کرتے تھے، تو اس کا جواب اور حل بیان کر کے حضرت نصیحت بھی کرتے تھے، تو وہ نصیحت خاص تتمہ اور سارا حاصلِ مجلس بلکہ

حاصلِ تصوف ہوتی تھی۔

اور حضرت کا یہ بھی طریقہ تھا کہ اہلِ علم حضرات کو مولانا کہہ کر حضرت مخاطب نہیں کرتے تھے، بلکہ مولوی صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے، جیسے مولوی فقیر محمد، مولوی شفیع؛ تو حضرت کا اندازِ تخاطب یہی تھا۔

چنانچہ حضرت نے اُن نو وارِد صاحبِ علم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''مولوی صاحب یہ جو آپ نے اس مسئلہ کے اوپر مطالعہ کیا ہے، اور کتابوں کے حوالے دیے ہیں، اپنا اشکال بیان کیا ہے، اس کا ہم نے جواب دے تو دیا ہے، لیکن یہ نفس کی خاصیت ہے، کہ وہ پیچھا چھوڑتا نہیں ہے، لگا رہتا ہے، اس وقت تو آپ نے نفس کو دلیلیں دے کر ساکت اور خاموش کر دیا ہے۔

اسکات (یعنی نفس کو خاموش) تو آپ کر دیں گے، مگر اسقاط (یعنی نفس کی طرف سے اشکالات اور اعتراضات پیدا ہونا ختم) نہیں ہوگا؛ ان تمام اشکالات کا اسقاط نہیں ہوگا کہ بالکل ختم ہو جائیں، اور آپ یہ سمجھیں کہ بس جی اب تو چلو، اشکالات ختم ہو گئے، اب اشکالات پیدا نہیں ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ نفس پھر اشکال اُٹھائے گا اور پھر سوال کرے گا

لہٰذا اس کا علاج صرف یہی ہے کہ یہ قیل وقال اور باتیں چھوڑ دو، صرف حال پیدا کرو، کیونکہ پہلے عمل ہوگا، عمل کے بعد حال پیدا ہوگا، حال کے بعد پھر مقام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس یہ کام آئے گا۔

لہٰذا یہ آپ کی ساری تحقیقات اور تدقیقات یعنی باریک باتیں جو اس مسئلہ پر آپ نے اتنی کاوِش اُٹھائی ہے، یہ روزِ محشر کام نہیں آئیں گی، کام آئے گی تو اللہ کی محبت کام آئے گی''

یہ حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے، اور یہی سارا لبِ لباب ہے۔

بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں لیکن اگر محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔

بس چلا چل قطع راہِ عشق گر منظور ہو　　　یہ نہ دیکھ ہم سفر کہ نزدیک ہے یا دُور ہے

اس طریق کے راستے میں تو چلتے ہی جاؤ اور شیخ کی تعلیم کے موافق آگے بڑھتے جاؤ۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی ایسی ہیبت تھی کہ کسی کو بولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی، اگر کوئی بولتے تھے بقول ہمارے حضرت شاہ ابرارُالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے:

’’حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تمام حاضرین میں سے کسی کو بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، حضرت کی للّٰہیت کا اتنا رُعب تھا کہ سارے حاضرین ساکت مگر خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ناطق‘‘

صرف انہیں کو ہمت ہوتی تھی اور مخصوص موقعوں پر انہیں کو بولنے کی اجازت تھی۔

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ وہاں تو کام اللہ کی محبت آئے گی، یہ سارے علوم رکھے رہ جائیں گے، درس وتدریس، تقریر، علوم اور یہ مطالعے وغیرہ جو پڑھائے جارہے ہیں، سب یہیں رہ جائیں گے، تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ استفسار کیا کہ:

حضرت اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

تو حضرت نے خواجہ صاحب کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

کہ اللہ کی محبت ایسے پیدا ہوگی، جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

قال را بگذار و مردِ حال شو پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(گفتار کے قاضی نہ بنو کردار اور عمل کے غازی بنو، اور یہ مقام اپنے نفس کو مقتدا بنا کر من مانی زندگی گذارنے کے بجائے کسی مردِ کامل اللہ والے بزرگ کو اپنا مربی اور شیخ بنا کر اس پر پورا اعتماد واعتقاد رکھ کر اس کی تعلیمات وہدایات کے مطابق چلنے سے حاصل ہوگا)

یہ قیل وقال اور بحث وتمحیص یہ سب چھوڑو، بس کسی شیخِ کامل کی جوتیوں میں پڑ جاؤ، پامال ہوجاؤ، اپنے آپ کو فنا کردو، تو کچھ حاصل ہوگا، قیل وقال سے اور نرے مطالعوں سے اللہ کی محبت نہیں آئے گی بلکہ فنائیت سے آئے گی۔

علمِ دین کے تین درجے، صورت، حقیقت، لذت

اور حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ حالانکہ اصطلاحی عالم نہیں تھے، لیکن انہوں نے بھی علمِ دین کے بارے میں عجیب نکتہ بیان کیا ہے؛ ایک مرتبہ فرمایا کہ:

علمِ دین کی صورت تو کتابوں میں ہے، اور اس کی حقیقت اُس علم پر عمل کرنے میں ہے؛ اور ایک اور چیز علم کی لذت ہے جو صحبتِ اہل اللہ یعنی جو اللہ والے ہیں ان کی صحبت سے حاصل

ہوگی۔

بڑی عجیب بات فرمائی، واقعی جب تک اہلُ اللہ کی صحبت حاصل نہ ہو، علمِ دین کے ذائقہ اورلذت سے محرومی رہتی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ اپنے وعظ میں یا ملفوظ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''صوفی کی تعریف یہی ہے کہ عالِم باعمل ہو، جو عالم باعمل ہوگا وہ صوفی ہے''

اہلُ اللہ کے چار طبقے

اور جیسا کہ میں ابھی اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے اہلُ اللہ کی صحبت اختیار کرنے کا ذکر کررہا تھا، تو اب یہ سُن لیجیے کہ اہلُ اللہ کون ہوتے ہیں؟

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور پیر تھے، اور بعد میں مکہ مکرمہ ہجرت کرگئے تھے، انہوں نے شیخُ العرب والعجم کا لقب پایا۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے چار طبقے ہیں: پہلے نمبر پر مفسرین، دوسرے نمبر پر محدثین، تیسرے نمبر پر فقہاء، اور آخر میں چوتھے نمبر پر صوفیاء۔

فقہاء اور مفتی صاحبان کے لیے حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرات تو شریعت کا انتظام کرنے والے اور شریعت کے منتظم ہیں۔

اچھا! اولیاء اللہ تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہہ دیا مگر حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے، کہ میں تو اہلُ اللہ اور اولیاءَ اللہ کو اللہ کے عُشّاق کہتا ہوں، کہ یہ حضرات اللہ کے عاشق ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مقام پر انسان کی تعریف بھی حیوانِ عاشق سے کی ہے۔

انسان کو منطق کی کتابوں میں حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے، لیکن حضرت نے فرمایا کہ اسے حیوانِ ناطق نہ کہو، بلکہ حیوانِ عاشق کہو، عشق اور اللہ کی محبت تو مسلمان کی گھٹی میں پڑا ہونا چاہیے۔

اہلُ اللہ کی صحبت اور ایمان کی حفاظت

آج کل فتنوں کا زمانہ ہے، ایک سے ایک فتنے آرہے ہیں، تو ان میں ایمان کا بچاؤ کیسے ہو؟ اس بارے میں ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آج کل اتنے فتنے ہیں، کہ ایمان کے لالے پڑرہے ہیں۔

یعنی ایمان بچانا مشکل ہورہا ہے؟

کسی صاحب نے دریافت کیا کہ ایمان کیسے بچائیں؟

فرمایا کہ:

جیسے آخرت کی نجات کا دارومدار ایمان پر ہے تو ایمان کی بقاء کا دارومدار صحبتِ اہلُ اللہ پر ہے

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک فرما گئے ہیں کہ:

جیسے نماز فرضِ عین ہے۔ میں تو اس زمانے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ صحبتِ اہلُ اللہ بھی فرضِ عین ہے؛ کیونکہ اس پر ایمان کی بقاء کا دارومدار ہے۔

تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے منطقی طور پر بھی ثابت کردیا کہ آخرت کی نجات ایمان پر ہوگی اور ایمان کی بقاء صحبتِ اہلُ اللہ پر ہوگی، تو جیسے ایمان فرضِ عین ہوگیا، صحبتِ اہلُ اللہ بھی فرضِ عین ہوگئی۔ واقعی بالکل سچ فرمایا، حقیقت بھی یہی ہے۔

طریق کا عطر تین چیزیں ہیں (خوفؔ، رجاؔء، محبتؔ)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ملفوظ یاد آیا، جس میں حضرت نے فرمایا:

طریق یعنی سلوک کا عطر جو ہر مؤمن کو حاصل کرنا ضروری ہے؛ تین چیزیں ہیں، یہ تین چیزیں طریق کا سارا روحِ رواں ہے:

پہلےؔ نمبر پر خوفِ خدا ہے، یعنی اللہ کا خوف اور خشیت۔

اور دوسرؔے نمبر پر رجاء یعنی اُمید ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے مایوسی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ اُمید رکھے۔

اور تیسرؔی چیز وہی ہے جو اصل لبِ لباب اور طریقت کی روح ہے، وہ ہے محبت۔

پہلی چیز یعنی خوفِ خدا سے یہ فائدہ ہوگا کہ گناہوں سے بچے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى (سورة النازعات آيت نمبر ۴۰)

کہ جس نے اپنے نفس کو بُرے کام اور گناہ سے روکا، اس خوف سے کہ روزِ محشر اللہ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو کیا جواب دوں گا؟

اور دوسری چیز یعنی امید بھی بہت ضروری ہے، بعض دفعہ ایک سالک پر ایسی حالت گزرتی ہے کہ اُسے بڑی مایوسی ہوجاتی ہے، مایوس نہ ہو کہ ہم سے تو کچھ بن نہ پایا۔

بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے:

ارے میاں! جس دن یہ سمجھ لیا کہ ہم نے کچھ کرلیا، ہم سے کچھ بن پڑا، وہ دن تمہارا ماتم کا دن ہوگا، یہی سمجھو کہ کچھ نہیں بن پایا۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھے، مایوس نہ ہو۔

امید کسے کہتے ہیں؟ خواجہ صاحب نے شعر میں بیان کیا:

بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے ۔۔۔ جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے ۔۔۔ یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ ۔۔۔ ایں درگاہِ ما درگاہِ نا امیدی نیست

کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے نا اُمیدی نہ ہو، اور خدانخواستہ دنیا سے جاتے وقت اگر نا اُمیدی پڑ جائے تو یہ بڑا خطرناک وقت ہوگا۔

اور تیسری چیز وہی ہے جو پہلے چلی تھی، کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کام آئے گی لہٰذا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو تو تین چیزیں ہوگئیں، خوف، امید اور محبت اور حضرت نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں ہیں جو ہمارے سلوک اور طریقت کا عطر ہیں، اور عطر کہتے ہیں بالکل نچوڑ اور عرق کو، اور اس کو ہر سالک، ہر مؤمن، ہر عالم کے لیے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری بتایا ہے۔

چھوٹے بھائی نواب سلیم صاحب کا انتقال

حال ہی میں میرے چھوٹے بھائی جناب سلیم صاحب کا کراچی میں انتقال ہوگیا ہے، وہ مجھ سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائیں۔ آمین

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حیات میں جب ہم چھوٹے تھے، ہماری والدہ مرحومہ ہم دونوں بھائیوں کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی خدمت میں تھانہ بھون لے گئیں، حضرت رحمہ اللہ نے دعائیں دیں تو میری والدہ مرحومہ نے یہ کہلوایا حضرت سے کہ حضرت اس بڑے کو تو ہم عربی پڑھوائیں گیا ور میں بڑا تھا اور یہ

چھوٹا یعنی بھائی سلیم صاحب انگریزی پڑھے گا، خیر حضرت نے دعائیں کر دیں تو بھائی سلیم صاحب فرمایا کرتے تھے، کہ مجھے جو حضرت نے دعا دی یہ کہہ کر کہ یہ انگریزی پڑھے گا، وہ انگریزی کام آئی۔

میں نے ختمِ نبوت کے اوپر مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور ختمِ نبوت پر کام کرنے پر اُن کو خواب میں کئی بشارتیں بھی ہوئی تھیں۔

ختمِ نبوت پر اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہت کام لیا ہے، وہ اس سلسلہ میں انگلستان وغیرہ بھی جایا کرتے تھے، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کو اپنے وفد میں ساتھ لے کر جایا کرتے تھے۔

بس اُن کا وقت آ گیا، اور واصل بحق ہو گئے۔ بس یہ چند باتیں عرض کر دی ہیں۔

اختتامی دُعا

اچھا اب دعا کر لیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَااِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ ، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمُ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ . رَبَّنَآ اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً. اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِوَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ يَا اللهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاسَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَاسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهٗ وَلَاتَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ .

یا اللہ اس ادارۂ غفران کو ترقی عطا فرما، ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرما، یا اللہ یہاں سے دین کی شعاعیں ساری دنیا میں پھیلیں، یا اللہ اس ادارے کے وسائل میں روز افزوں ترقی عطا فرمایئے اور علومِ دین کی اشاعت اور ترویج میں بھی روز افزوں ترقی عطا فرمایئے، یا اللہ اس ادارے کو نبیِ کریم ﷺ کے علومِ نبوت کی ترویج کا اور حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کا ذریعہ بنا دیجیے، حضرت مسیح

الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ دوہرا دیتا ہوں، کہ حکیم الامت کے طریق کی اشاعت وترویج پر ان حضرات کو حریص بنادیجیے۔

یااللہ ادارۂ غفران کے جملہ حضرات تعلیم کے لحاظ سے بھی اور درس وتدریس کے لحاظ سے بھی خدمتِ دین کے لحاظ سے بھی تینوں طریقے سے مشغول ہیں، یااللہ ان کے جتنے بھی مسائل ہیں سب پورے فرمادیجیے، یااللہ اپنے رزقِ حلال سے جولامتناہی ہے، اپنی شانِ لامتناہی کے مطابق رزقِ حلال عطا فرمایئے، یااللہ ظاہری وباطنی ،جسمانی تمام صحت عطا فرمایئے، تمام بیماریوں کو دفع کردیجیے، شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمایئے۔

ہمارے مفتی رضوان صاحب کی والدہ مدظلہا کا سایۂ عاطفت وشفقت یااللہ دائم وقائم رکھیے، سب کا اپنی اولاد کے سروں پر سایۂ شفقت قائم رکھیے، یااللہ جوابھی تک ادارہ کے منصوبے ہیں اس سلسلہ میں مسجد کے ہیں، یااللہ ان میں روزافزوں ترقی عطا فرمایئے، پریشانیوں کو دُور فرمایئے بالخصوص یہ حضرات مفتی صاحبان جو یہاں ادارہ میں ہیں خود مفتی صاحب، مفتی امجد صاحب، اور مفتی محمد یونس صاحب اور یہ تمام حضرات جو یہاں موجود ہیں ان کی جتنی بھی حاجتیں ہیں سب کی تکمیل عطا فرمایئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم .وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنُ .

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب:مفتی محمد رضوان

❖ علماء عوام کے مقتداء یا مقتدی؟

مؤرخہ۳۰ شعبان ۱۴۲۸ھ بروز جمعرات دو پہر ساڑھے بجے حضرت مدیر نے درج ذیل مضمون بیان فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ و نقل کیا۔ (ادارہ......)

ہمارے ایک رفیق عالم صاحب نے فرمایا کہ آجکل بہت سے علماء عوام کی اقتداء کرتے ہیں ،خود مقتداء ہو کر بھی عوام کے مقتدی ہیں ،یعنی وہ عوام کی خواہشات کو دیکھتے ہیں کہ ان کی کیا خواہشات ہیں؟ اوران کے مطابق اپنے لئے راستہ منتخب کرتے ہیں،ان حضرات کی یہ حالت قابلِ اصلاح ہے،واقعی انہوں نے ان علماء کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

افسوس کہ علماء جو عوامُ النّاس کی اصلاح کا ذریعہ تھے،ان کارخ خرابیوں اور برائیوں سے اچھائیوں کی طرف پھیرنے کی ان کے کاندھوں پر بھاری ذمہ داری عائد تھی،لیکن انہوں نے عوام کی اصلاح کے بجائے اپنے آپ کو ہی ان کے تابع و ماتحت کردیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

یہ سب حبِ مال اورحبِ جاہ کے کرشمے ہیں،واقعی اللہ والوں نے بالکل سچ فرمایا کہ مذموم دنیا ان دونوں امراض میں منحصر ہے،یعنی حبِ مال اور حبِ جاہ میں۔اوریہی جاہ و مال کا مرض انسان کو اشرفُ المخلوقات کے منصب سے گراکر جانور، کتے سے بلکہ اس سے بھی گئی گذری ہوئی چیز کی فہرست میں داخل کردیتا ہے،اوران حضرات میں ان امراض کی وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں سے اپنی نفسانی اصلاح کروانے کی طرف سے بہت زیادہ غفلت اور لاپرواہی پیدا ہوگئی ہے۔اصلاح وتزکیہ سے غفلت کا ایک ایسا ہمہ گیر وبال آیا ہے جس میں علمی حلقوں کے گروہ کے گروہ مبتلا ہیں،ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہر سال طلبہ فارغُ التحصیل ہوتے ہیں مگران میں ایسے طلبہ جن کا کسی اللہ والے سے صحیح اصلاحی تعلق قائم ہو،ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہوتی۔بڑے بڑے مدارس اور جامعات جہاں کئی کئی ہزار طلباء موجود ہیں اولاً تو وہاں اصلاحِ نفس کی مجالس کا کوئی اہتمام ہی نہیں اوراگر کہیں انتظام ہے بھی تو ان مجالس میں طلبہ کی شرکت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے،مگر یہ کہ انتظامیہ کی طرف سے شرکت کو لازم ہی کردیا جائے تو الگ بات ہے،مگراس میں مزیداری نہیں ،کیونکہ دل کی چاہت ورغبت کے بغیر اصلاحِ نفس کا مرحلہ

طے ہونا مشکل کام ہے، ایک صاحب جو کہ بڑے بزرگ اور عالم ہیں اور جامعہ خیرالمدارس سے فارغ التحصیل ہیں، اور حضرت مولانا خیرمحمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے زمانے کے فارغ التحصیل ہیں، بلکہ حضرت رحمہ اللہ سے انہوں نے کچھ کتابیں بھی پڑھی ہیں، وہ بندے کے پاس تشریف لاتے رہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا خیرمحمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کی اس زمانے میں جامعہ خیرالمدارس میں اصلاحی مجالس ہوا کرتی تھیں، لیکن میرے اور ایک دو کے علاوہ طلبہ اس اصلاحی مجلس میں شرکت سے محروم رہتے تھے، اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ تنہا میں ہی ایک فرد مجلس میں موجود ہوتا تھا۔

اندازہ لگایئے کہ جب اس وقت طلبہ کی یہ حالت تھی تو آج کیا حالت ہوگی؟ اس میں جہاں ایک طرف طلبہ مجرم ہیں وہاں خود مقتداء علماء اور ان کے اساتذہ بھی مجرم ہیں، کیونکہ جب اساتذۂ کرام اور مہتمم حضرات ہی اپنے لئے اصلاح وتزکیہ کی ضرورت نہ سمجھیں گے اور اپنے تئیں اس کام کی اہمیت کے قائل نہ ہونگے تو پھر وہ اپنے لائق شاگردوں کو خاک اس طرف متوجہ کریں گے، ہمارے حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ آجکل جب علماء واساتذہ ہی کی اصلاح نہیں ہو پاتی اور وہ استاذ اور شیخ الحدیث بن بیٹھتے ہیں تو ان کے شاگردوں کی کیا اصلاح ہوگی، اسی کو ایک اور بزرگ نے مختصر لفظوں میں اس طرح بیان فرمایا کہ: ''آج کل مربہ بننے سے پہلے مربّی بن جاتے ہیں''

مطلب یہ ہے کہ اپنی تربیت ہوتی نہیں دوسروں کی تربیت کے ذمہ دار بن جاتے ہیں، اور ان بزرگ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ:

> جب کسی چیز کا مربّہ بنایا جاتا ہے تو اس کو صاف کیا جاتا ہے، پکایا جاتا ہے، گودا جاتا ہے، یعنی تخلیہ اور تحلیہ دونوں کام ہوتے ہیں، تب جاکر یہ مربّہ تیار ہوتا ہے۔

اور آجکل طلبہ وعلماء اپنے نفس کا اخلاقِ ذمیمہ سے تخلیہ اور اخلاقِ حمیدہ سے تحلیہ نہیں کراتے اور استاد ومربی بن جاتے ہیں، اس کی وجہ سے یہ سب گڑبڑ اور خرابی پیدا ہوتی ہے، ہمارے تو بڑے یہ فرماتے فرماتے دنیا سے رخصت ہوگئے کہ طلبہ کے لئے اصلاح وتزکیہ کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جائے، لیکن سنتا کون ہے؟ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، تو بہرحال یہ عرض کررہا تھا کہ جو علماء عوام کے تابع ہوکر چلتے ہیں، اپنے حلقہ اور اپنے معتقدین کی خواہشات کو دیکھتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے قول وفعل کا رُخ موڑتے ہیں، وہ مقتداء کہلانے کے قابل نہیں، بلکہ مقتدی کہلانے جانے کے مستحق اور حقدار ہیں۔

کیونکہ مقتدا کی شان تو مقتدیوں کو اپنے ساتھ لیکر چلنا ہوتی ہے، نہ کہ خود کو مقتدیوں کے ساتھ لے کر چلنا۔ تو علماء کو اپنے آپ کو اس مرض سے بچانا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ اس وقت شریعت کا کیا حکم ہے؟ رب کی منشاء کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی سنت کیا ہے؟ اکابرین کا طرزِ عمل کیا ہے؟ اگر اس کو اپنا قبلہ وکعبہ بنا کر اخلاص کے ساتھ کام کریں گے تو ان شاء اللہ قوم کی اصلاح وفلاح ہوگی اور دنیا میں بھی سرخرو ہونگے اور آخرت میں بھی، ورنہ خود بھی ڈوبیں گے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 10

پاکستان کی موجودہ

رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

رؤیتِ ہلال پر چند سوالات اور اُن کے تحقیقی جوابات
کیا پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کا نظام وطریقۂ کار شرعی تقاضوں کے مطابق ہے؟
کیا مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کا فیصلہ ملک کے سب باشندوں کے لیے واجبُ العمل ہے؟
مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی پر وارِد کیے جانے والے اعتراضات وشبہات کا تحقیقی جائزہ
فنی وفلکی قواعد کی شرعی حیثیت، اختلافِ مطالع کی بحث، سعودی عرب کی رؤیتِ ہلال کے نظام کا جائزہ اور ان جیسی دیگر مفید واہم، ۱۲۴ صفحات پر مشتمل مفصّل ومدلّل ابحاث

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، راولپنڈی، فون: 051-5507270

علم کے مینار مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

مستشرقین اور اسلامی موضوعات پر ان کے لٹریچر کا جائزہ

دارالمصنفین [1] اعظم گڑھ کے زیر اہتمام ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ / فروری ۱۹۸۲ء میں ''اسلام اور مستشرقین'' کے عنوان سے ایک بین الاقوامی تین روزہ سیمینار ہوا۔ جس میں عرب دنیا کے بھی بڑے بڑے فضلاء شریک ہوئے۔ مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ نے اجلاس میں پیش کرنے کے لئے بالکل ہنگامی بنیادوں پر دو تین دن کے اندر اندر ایک مقالہ تحریر کیا۔ یہ مقالہ قلمبر داشتہ طور پر جتنی جلد بازی میں لکھا گیا اتنا ہی یہ وقیع ہے اور ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل مقالہ عربی میں ہے جو کہ اپریل ۸۲ء میں ہی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کی طرف سے ۱۴۰ صفحہ کے رسالہ کی شکل میں شائع ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہوگیا جو اسی عرصہ میں شائع بھی ہوگیا، پاکستان میں مجلس نشریات اسلام کراچی نے ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین'' کے نام سے یہ مقالہ شائع کیا۔

راقم خوشہ چین اس مقالہ سے اپنے انداز میں قارئین کے ضیافت طبع کا کچھ سامان کر رہا ہے ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مستشرقین یا میونسپل کارپوریشن کے جمع دار

''مستشرقین [2] کے ایک بڑے طبقہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی شریعت، مسلمانوں کی تاریخ اور تہذیب وتمدن میں کمزوریوں اور غلطیوں کی تلاش وجستجو میں وقت صرف کریں اور سیاسی و مذہبی اغراض کی

---

[1] دارالمصنفین کے بانی استاد شبلی نعمانی مرحوم تھے آپ نے یہ ادارہ علمی، تحقیقی، تصنیفی کاموں کے لئے قائم کرنے کا منصوبہ بنایا اس کے لئے اپنی مملوکہ جائیداد، زمین وقف کی، آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ نومبر ۱۹۱۴ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کے فوراً بعد آپ کے شاگرد اور جانشین سید سلیمان ندوی علیہ ارحمہ نے دارالمصنفین کا باقاعدہ آغاز کیا پھر آئندہ پون صدی کا زمانہ دارالمصنفین کے علمی و تصنیفی کارناموں کا سنہری زمانہ ہے۔

[2] اسلامی موضوعات پر تحقیق وتصنیف کرنے والے مغربی فضلاء ومحققین (دانایان فرنگ) مستشرقین کہلاتے ہیں۔ استشراق کی تحریک کی کئی صدیوں پر محیط نہایت وسیع تاریخ ہے۔ اس کی شیوعات صلیبی جنگوں میں رسوا کن مار کھانے کے بعد عیسائیوں کی مذہبی تنگ نظری اور تعصّبات کی بنیاد پر اسلام کے خلاف انتقاماً پروپیگنڈہ مہم کے طور پر ہوئی تھی۔ اٹھارہویں صدی سے جب اہل مغرب جن کا غالب مذہب عیسائیت ہے ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہوئے اور مغرب کی سامراجی حکومتوں کو دنیا پر تسلط حاصل ہوا تو تب یہ استشراقی تحریک علم وتحقیق ہی کے لبادے میں ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خاطر رائی کا پربت بنائیں۔اس سلسلہ میں ان کا رول بالکل اس شخص کی طرح رہا ہے جس کو ایک منظّم و خوشنما وخوش منظر شہر میں صرف سیورج لائنز، نالیاں، گندگی اور گھورے نظر آئیں، جس طرح محکمہ صفائی کے انچارج (Drain Inspector) کا کسی کارپوریشن اور میونسپلٹی میں فریضہ منصبی ہوتا ہے......وہ متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کو جو رپورٹ پیش کرتا ہے اس میں طبعی طور پر قارئین کو سوائے گندگیوں اور کوڑے کرکٹ کے تذکرہ کے عام طور پر کچھ نہیں ملتا۔افسوس کی بات ہے کہ ہم بہت سے مستشرقین کو یہی کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ اپنی ساری کدوکاوش تاریخِ اسلام، اسلامی معاشرہ، تہذیب وتمدن اور ادب وثقافت ......میں جھول اور کمزوریوں کی تلاش ونشاندہی میں صرف کرتے ہیں، پھر ہولناک اور ڈرامائی انداز میں ان کو پیش کرتے ہیں وہ خوردبین سے انکا پتہ لگا کر اپنے قارئین کے سامنے زرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو دریا بنا کر پیش کرتے ہیں، ان کی ذہانت وطبّاعی کا پورا مظاہرہ چہرہ اسلام کو بدنما دکھانے میں ہوتا ہے۔اور اس طرح اسلامی ممالک کے زعماء وقائدین کے (جن کی تعلیم بالعموم مغربی یونیورسٹیوں میں اور اسلامیات کا مطالعہ مستشرقین کے لٹریچر سے ہوتا ہے) دل ودماغ میں اسلام اور اسلامی قانون وتہذیب کے سرچشموں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور اسلام کے مستقبل سے ناامیدی، حال سے بیزاری اور ماضی سے بدگمانی پیدا کر دیتے ہیں......بہت سے مستشرقین کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ وہ پہلے ایک مقصد متعین کر لیتے ہیں (جو کہ ظاہر ہے اسلام دشمنی پر ہی عموماً مبنی ہوتا ہے) پھر ہر ممکن طریقہ سے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہے وہ رطب و یابس معلومات (جن کا بعض دفعہ موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) دینی، تاریخ اور ادبی کتابوں بلکہ شعروشاعری، قصوں، کہانیوں، مسخروں کی خوش گپیوں اور طنز نگاروں کی نگارشات سے (خوہ وہ کتنی ہی سطحی اور بیہودہ ہوں) معلومات اخذ کرتے ہیں پھر مکمل فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان (گپاوٹوں) کی بنیاد پر ایسے علمی نظریات قائم کرتے ہیں جن کا ان کے ذہن ودماغ کے علاوہ کہیں وجود نہیں پایا جاتا'' (بقول ڈپٹی نذیر احمد مرحوم جو اس نے سرسید کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''چوتڑوں سے کان گانٹھے ہیں''۔راقم) (اخذ وانتخاب از مقالہ مذکورہ ص ۱۳۔۱۵)

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

سامراجی سلطنتوں کے لئے پروپیگنڈہ مہم چلانے اور مفتوح قوموں کی برین واشنگ کرنے کے کام میں لگ گئی اور بہت سے سیاسی و اقتصادی اغراض کے لئے سامراج کے ہراول دستہ کے طور پر کام کرنے لگی جو جنگیں سامراجی غنڈے میدانوں میں نہ جیت سکے وہ مستشرقین نے ان کو علم وتحقیق کے نام پر مشرق میں ذہنی ارتداد برپا کر کے جیت کر دیں جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی معاشرت، تمدن، ثقافت اور اخلاقیات سب کچھ بدلتی چلی گئیں اور نتیجۃً آج امت مسلمہ جو کہ خیر الامم ہے اس شعر کا مصداق بنی ہوئی ہے ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　　یہ مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے............امجد

بعض علم کے شیدائی منصف مزاج مستشرقین

اس حقیقت کا اعتراف ایک صاحب علم کا علمی و اخلاقی فرض ہے کہ متعدد مستشرقین نے اسلامی علوم کے مطالعہ میں اپنی ذہنی و علمی صلاحیتوں کا فیاضانہ استعمال کیا، انہوں نے اس کام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ان میں سے بہت سے فضلاء نے مشرقی اور اسلامی علوم کا موضوع، سیاسی، اقتصادی اور مشنری اغراض و مقاصد کے ماتحت نہیں بلکہ محض شوق علم اور جذبہ بحث و تحقیق کی خاطر اختیار کیا اور اس کام میں خاصی جگر کاوی اور دیدہ ریزی کا ثبوت دیا۔ یہ ہٹ دھرمی اور ناانصافی ہوگی کہ ان کے اس پہلو کا اظہار و اعتراف نہ کیا جائے۔ ان کی کوشش سے بہت سے نادر اسلامی مخطوطات، جو صدیوں سے سورج کی روشنی سے محروم تھے نشر و اشاعت سے آشنا ہوئے اور نادان و نااہل وارثوں کی غفلت اور کرم خوردگی سے بچ گئے، کتنے علمی مآخذ اور اہم تاریخی دستاویزات اول اول انہیں کی کوشش اور علمی دلچسپی اور شغف کے نتیجہ میں منظر عام پر آئیں جن سے مشرقی دنیا کے علماء و محققین کی آنکھیں روشن ہوئیں اور ان کا علم و تحقیق کا کام آگے بڑھا۔ ان سب مستشرقین کے ناموں اور کاموں کا احاطہ تو اس مقالہ میں ممکن نہیں جن کا علمی دنیا پر احسان ہے، محض مثال کے طور پر مندرجہ ذیل حضرات کا نام لیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W. Arnold) جن کی قابل قدر کتاب The Preaching of Islam (دعوت اسلام) ہے۔ اسٹینلی لین پول (Stanley Lane.Poole) جن کی کتاب SAladin (سلطان صلاح الدین ایوبی) اور Moors in Spain (عرب اندلس میں) بڑی حد تک منصفانہ تصنیفات ہیں۔ ڈاکٹر اسپرنگر (Dr. Aloys Sprenger) جنہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' مطبوعہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کو ایڈٹ کیا اور اس پر انگریزی میں فاضلانہ مقدمہ لکھا۔ اڈورڈ لین جو اس عربی انگریزی ڈکشنری کے مرتب ہیں جو Arabic English Lexicon کے نام سے مشہور ہے اور انگریزی زبان میں عربی مفردات کی تفصیلی شرح پر قابل اعتماد مرجع کی حیثیت رکھتی ہے اور جس سے خود عربی زبان اور عربی نحو کے ماہرین فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اے جے ونسنک (A. J. Wensinck) جنہوں نے ائمہ حدیث کی سیرت و حدیث و مغازی پر مشتمل چودہ کتابوں سے تخریج احادیث کے لئے بڑا ہی مفصل انڈکس تیار کیا ہے اور علمی و فقہی عنوانات، اسماء اور سیرت کی بعض ذیلی سرخیوں پر اس کو ترتیب دیا ہے پھر ان عنوانات کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے۔ مشہور مصری عالم استاد فواد عبدالباقی نے اس کو عربی میں منتقل کیا ہے اور اس کا نام مفتاح کنوز السنۃ رکھا ہے......اسی طرح مستشرق ونسنک نے ''المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی'' (الفاظِ حدیث کی

ڈکشنری) کی ترتیب میں بھی نگرانی کا کام انجام دیا ہے جس کی ترتیب وتالیف میں کئی مستشرق علماء ومحقق شریک رہے ہیں اور اس کو 1936ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ یہ سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی اس سے استفادہ زیادہ آسان ہے بنسبت پہلی کے۔ جی بی اسٹرینج (G. B. Strenge) اور ان کی کتاب Lands of the Eastern Caliphates (جغرافیہ خلافت مشرقی) بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔

یہ تمام تصنیفات اور علمی وتحقیقی کوششیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ان مصنفین ومرتبین نے جدوجہد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور اس طویل، جاں گسل مطالعہ اور کاوش بحث وتحقیق میں اپنے موضوع کے ساتھ خلوص و انہماک کا پورا ثبوت دیا ہے۔

ملحوظہ! مستشرقین جو رائی کا پربت بناتے ہیں اور اسلامی ادبیات، مذہبیات، سیرت وسوانح اور تاریخ وغیرہ موضوعات پر مشتمل لٹریچر میں اپنے مطلب کا کوئی ایک لفظ یا جملہ خواہ وہ اصل لٹریچر میں کسی بھی سیاق میں استعمال ہوا ہو اور اس کا صحیح مفہوم اور لکھنے والے کی مراد اس سے کچھ بھی ہو لیکن یہ بدباطن محض لفظی وسعت کی وجہ سے خودساختہ احتمال کا ایسا جامہ متعینہ طریقہ پر اس جملے یا لفظ کو پہنا دیتے ہیں کہ اس سے ان کا خودتراشیدہ مفہوم اور معنی برآمد ہو اور پھر اس مفہوم کی بنیاد پر اسلامی تہذیب وتمدن کو بدنما ثابت کرنے اور ناموران اسلام کی بے داغ سیرت کو داغدار کرنے اور شریعت کے سرچشموں کے آب زلال کو گدلا کرنے کے لئے ایک کلیہ اور اصول خود قائم کر لیتے ہیں اور پھر اس اصول اور کلیے سے جگہ جگہ استدلال کر کے اسلام کی ہر خوبی کو خامی میں بدلنے کا ناٹک کھیلتے ہیں اور اندازِ بیان ایسا سنجیدہ، سلجھا ہوا اور بظاہر مبنی برعقل واستدلال رکھتے ہیں کہ ان کے لٹریچر کا قاری ان مستشرق مداریوں کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کو وحی متلو سے کچھ سوا ہی درجہ دے، ایسی وحی متلو جو آسمانِ مغرب سے بالکل تازہ بتازہ اس بندہ یورپ اور پرستارِ فرنگ کے قلبِ بے ایمان پر نازل ہو رہی ہو۔ تفسیر وحدیث کے باب میں مستشرقین کی اس فنکاری اور تلبیس کے چند عمدہ اور صاف صاف نمونے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم کی تصنیف لطیف علوم القرآن میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ تصوف کے باب میں اس کے کچھ نمونے ایک عرب فاضل کی تصنیف المدخل الی التصوف الاسلامی میں دیکھے جا سکتے ہیں مثلاً شیخ ابراہیم بن ادھم کے محض ایک معمولی سے اتفاقی واقعہ کی بنیاد پر تصوف کے ڈانڈے نصرانی رھبانیت سے ملا دیئے گئے اور عیسائی رھبان کو اسلامی صوفیاء کا استاد اور تصوف کا سرچشمہ ٹھہرا دیا گیا۔ اس سے کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ جدت پسند جو اصل اسلام سے الرجک اور ایک خودساختہ اسلام کے داعی اور پرچارک ہیں ان کا سرچشمہ فیض کہاں سے پھوٹتا اور ابلتا ہے۔

تذکرۂ اولیاء امتیاز احمد

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہجرتِ حبشہ میں شریک صحابیات کا تذکرہ (قسط ا)

حبشہ کی جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو دفعہ ہجرت فرمائی۔

پہلی ہجرت اس وقت ہوئی کہ جب مشرکین کی طرف سے مظالم بڑھ گئے اور مشرکینِ مکہ نے دیکھا کہ دن بدن لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے جا رہے ہیں اور روز بروز اسلام کا دائرہ وسیع تر ہوتا جا رہا ہے تو متفقہ طور پر مسلمانوں کی ایذاء رسانی اور تکالیف پہنچانے کے لئے آمادہ ہوگئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تاکہ کسی طرح اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تفرقوہ فی الارض فان اللہ سیجمعکم قالوا الی این نذھب. قال الی ھنا واشار بیدہ الی ارض الحبشہ

ترجمہ: تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ۔یقیناً اللہ تعالیٰ تم سب کو عنقریب جمع کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کہاں جائیں؟ آپ علیہ السلام نے ملکِ حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی حکومت میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کرسکتا۔ اس وقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظاہری اور جسمانی تکالیف ومصائب سے اُکتا کر نہیں بلکہ کفر وشرک کے فتنہ سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزنوں کی دست بُرد سے بچانے کے لئے اللہ کی طرف بھاگے تاکہ اطمینان کے ساتھ اپنے اللہ کا نام لے سکیں چنانچہ رجب ۵ نبوی میں گیارہ مرد اور پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہم ان مہاجرینِ حبشہ میں سے صرف خواتین صحابیات کا یہاں ذکر کریں گے۔

ہجرتِ اولیٰ بجانبِ حبشہ میں شریک خواتین صحابیات

(ا)......حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ: اپنے خاوند حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

Idara Ghufran

(۲)......حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا: اپنے خاوند ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ یہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوکر ام المومنین کے لقب سے ملقب ہوئیں (ان دونوں صحابیات کا تفصیلی ذکر پیچھے گزر چکا ہے)

(۳)......حضرت سھلہ بنت سہیل بن عمرو قرشیہ رضی اللہ عنہا: اپنے شوہر حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں ان کے بطن سے ایک لڑکا محمد نامی پیدا ہوا۔ یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے سالم مولیٰ حذیفہ کو دودھ پلایا تھا۔

(۴)......حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنت ابی حثمہ: حضرت عامر بن ربیعہ کی بیوی تھیں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا اسی سے ان کی کنیت ام عبداللہ مشہور ہوئی۔ حبشہ کی جانب کی جانے والی دونوں ہجرتوں میں شمولیت کا شرف انہیں حاصل ہے اور یہ پہلی خاتون ہیں جو مدینے میں بحیثیت مہاجر داخل ہوئیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں۔

(۵)......حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت سہیل بن عمر: حضرت ابو بسرہ بن ابورہم رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ خود ابو بسرۃ حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد کے اخیافی بھائی (ماں شریک) تھے۔ ان میاں بیوی نے بھی حبشہ کی جانب دونوں ہجرتیں فرمائیں۔ یہ گیارہ مرد اور پانچ عورتیں چھپ کر روانہ ہوئے۔ حسنِ اتفاق سے جب بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی کشتیاں حبشہ جانیوالی تیار تھیں۔ پانچ درہم لے کر ان سب کو سوار کر لیا۔

مشرکینِ مکہ کو جب خبر ہوئی تو آدمی دوڑائے، جب یہ بندرگاہ پہنچے تو کشتیاں پہلے ہی روانہ ہو چکی تھیں یہ مہاجرین ماہِ رجب سے لے کر ماہِ شوال تک حبشہ میں مقیم رہے۔ شوال میں یہ خبر سن کر کہ تمام اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں یہ لوگ حبشہ سے مکہ واپس آ گئے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اب یہ لوگ سخت پریشانی اور کشمکش میں پڑ گئے لہٰذا کوئی چھپ کر اور کوئی کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوا۔

ہجرتِ ثانیہ بجانبِ حبشہ میں شریک خواتین صحابیات

جب مشرکین نے پہلے سے زیادہ ستانا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت فرما دی۔ اس دوسری ہجرت میں ۸۶ مرد اور ۱۶ عورتیں شامل تھیں جو یہ ہیں:

(۱)......حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ: انہوں نے پہلی کی طرح یہ دوسری ہجرت بھی اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمائی۔

(۲)......حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا: یہ قبیلہ خثعم سے تھیں، ماں کا نام ہند (خولہ) بنت عوف تھا اور قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ اس بناء پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اخیافی بہنیں (ماں شریک) تھیں۔

نکاح: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

اسلام: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔

عام حالات: حبشہ کی طرف ہجرت کی اور کئی سال تک مقیم رہیں۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ آئیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا اسماء۔ بولے ''ہاں وہ حبش والی وہ سمندر والی'' حضرت اسماء نے کہا کہ ''ہاں وہی'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں تم پر فضیلت ہے اس لئے کہ ہم مہاجر ہیں۔ حضرت اسماء کو یہ فقرہ سن کر غصہ آیا، بولیں، ''کبھی نہیں''، تم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ بھوکوں کو کھلاتے اور جاہلوں کو پڑھاتے تھے لیکن ہماری حالت بالکل جداگانہ تھی ہم نہایت دور دراز مقام میں صرف اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لئے پڑے رہے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ حضور ﷺ مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''انہوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں'' اس لئے تم کو زیادہ فضیلت ہے۔ حضرت اسماء اور دوسرے مہاجرین کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتی تھیں، مہاجرینِ حبشہ جوق در جوق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور یہ واقعہ دریافت فرماتے تھے۔ ۸ھ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ میں شہادت پائی تو تقریباً چھ مہینے بعد شوال ۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح پڑھا دیا۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

اولاد: جیسا کہ اوپر گزر چکا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تین نکاح کئے چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے محمد، عبداللہ اور عون، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محمد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

وفات: ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور ان کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا۔

(جاری ہے............)

پیارے بچّو! حکیم محمد فیضان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

☞ راہب اور جادوگر

پیارے بچو! پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جو کہ نعوذ باللہ اپنے آپ کو خدا اور رب سمجھتا تھا......

جب کہ یہ تو ہم سب جانتے ہیں......اور ہم سب کا عقیدہ ہے کہ رب صرف ایک اللہ ہے۔

اور یہی مطلب ہے کلمہ طیبہ کا......اُس بادشاہ کے پاس ایک جادوگر تھا جس کے ذریعہ سے وہ اپنے اُلٹے سیدھے کام کرواتا اور سیدھے سادے لوگوں کو بے وقوف بنا کر اپنے راج پاٹ کا نظام چلاتا تھا......

جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اُس نے کہا بادشاہ سلامت میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں......آپ میرے پاس کوئی چھوٹا بچہ بھیج دیا کریں......میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے میں کسی کو اپنا کام سکھا دوں......بادشاہ نے اُس کے پاس ایک بچہ کو چھوڑ دیا......وہ بچہ روزانہ اُس جادوگر کے پاس جانے لگا......اور اُس جادوگر نے اس کو جادو ٹونا سکھانا شروع کر دیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا ہمارے مذہب میں جادو ٹونا کرنا اور کروانا سب حرام ہے۔آتے جاتے اُس لڑکے کے راستے میں ایک راہب آتا تھا۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں راہب کسے کہتے ہیں؟

عیسائی مذہب کے جو لوگ دنیا کے کام کاج چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اُن کو راہب کہا جاتا تھا۔ایک مرتبہ وہ بچہ اُس راہب کے پاس کچھ دیر کے لئے رک گیا، اور اُس راہب کی بات چیت سُنی ،اس کو راہب نے اللہ کا کلام سنایا......اس بچہ کو بہت بھلا معلوم ہوا......پھر جب بھی آتے جاتے موقع ملتا وہ بچہ راہب کے پاس رک کر اُس کی اچھی اچھی باتیں سنتا......اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔اور جب جادوگر کے پاس پہنچنے میں اُس کو دیر ہو جاتی تو جادوگر اُس کی خوب مار لگاتا۔

ایک دن اُس لڑکے نے راہب کو بتایا کہ جب میں جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا ہوں تو وہ مجھے مارتا ہے......اور گھر پر دیر سے جاتا ہوں تو گھر والوں کی ڈانٹ پڑتی ہے......راہب نے کہا جب تجھے دیر ہو جایا کرے تو اُس جادوگر کو بول دیا کر کہ گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا گھر پر کچھ کام تھا......اور جب گھر والوں کا ڈر ہو تو ان کو کہہ دیا کر کہ جادوگر نے ہی دیر سے چھٹی دی......یوں ہی کافی دنوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

Iqra Ghufran

پھرایک مرتبہ اُس لڑکے نے دیکھا کہ سب لوگ حیران ہیں ایک خونخوار شیر نے لوگوں کا راستہ بند کر رکھا ہے......اُس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آج آزمایا جائے......کہ جادوگر کا جادو سچا ہے یا کہ راہب کا خدا......؟

چنانچہ اُس بچے نے ایک پتھر اُٹھایا اور دل میں کہا اے اللہ اگر جادوگر کے مقابلے میں راہب کا دین سچا ہے اور وہ تجھے پسند ہے تو تُو اِس جانور کو قتل کردے......تاکہ راستہ کھل جائے اور سب لوگ آجاسکیں......

یہ بات دل میں سوچ کر اللہ کا نام لے کر وہ پتھر اُس خونخوار درندہ کے دے مارا......پتھر لگتے ہی فوراً وہ خونخوار درندہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

پھر تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت نے اُس بچہ کے دل میں اور بھی گھر کرلیا۔وہ لڑکا دوڑتا دوڑتا راہب کے پاس آیا اور اُس کو سارا قصہ سنایا...... یہ ماجرا سُن کر اُس راہب نے کہا......اے بیٹے آج کے دن تو مجھ سے بھی زیادہ افضل ہے،اللہ تبارک تعالیٰ کے یہاں تیرا مرتبہ بہت اونچا ہے،ممکن ہے کہ عنقریب تجھے آزمایا جائے......اگر تو کسی مصیبت میں پھنس جائے تو کسی سے بھی میرا ذکر نہ کرنا۔

پھر تو اُس ننھے سے بچے کا ایمان اور یقین اللہ تعالیٰ پر اتنا پختہ ہوگیا کہ وہ معصوم بچہ بڑے بڑے بیماروں کو، کوڑھیوں اور اندھے لوگوں کو اللہ کا نام لے کر......اللہ سے دعا مانگ کر دم کرتا اور وہ شفایاب ہوجاتے تھے۔کچھ ہی دنوں میں وہ بچہ بہت مشہور ہوگیا......یہاں تک کہ بادشاہ کے دربار میں ایک اندھا وزیر تھا جب اُس نے بچہ کی مشہوری سُنی تو بہت سارے تحفے وتحائف لے کر آیا اور اُسے کہا کہ ''اگر آپ مجھے ٹھیک کردیں تو یہ سارے تحفے تحائف آپ کے لئے ہیں''۔اُس لڑکے نے جواب دیا کہ ''میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا...... بلکہ حقیقت میں شفا دینے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے،وہی بیماری دیتا ہے وہی شفا دیتا ہے،وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے......پھر اُس سے سچے دل سے دعا کرے تو وہ تجھے ضرور شفایاب کرے گا۔اُس شخص نے فوراً کلمہ پڑھا اور ایمان لے آیا......

اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھوں کی روشنی عطا فرمادی۔وہ آدمی جب بھلا چنگا ہوگیا تو پھر بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور پہلے کی طرح بادشاہ کی مجلس میں بیٹھ گیا۔

باشاہ نے اُس سے پوچھا ''کہاں سے علاج کروایا تیری بینائی کیسے واپس آئی؟''

اُس نے نہایت اطمنان سے جواب دیا میرے رب نے مجھے دوبارہ بینائی عطا فرمائی ہے۔

بادشاہ تو چونک گیا اور غصہ سے کہا کہ کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟
اُس شخص نے جواب دیا...... میرا اور آپ کا بلکہ کل جہان کا رب ایک اللہ ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اُس کو جیل خانہ میں ڈلوادیا اور وہاں جلاد اور داروغہ کے ذریعہ اُس کو سخت اذیتیں دینے لگا!...... اُس سے پُوچھتا کہ بتا یہ تجھے کس نے سکھایا ہے...... جب تک اُس نے لڑکے کا نام نہیں بتایا اُس کو سخت سزائیں دیتا رہا۔ آخر جب وہ برداشت نہ کرسکا تو پوری بات بادشاہ کو بتادی۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس گستاخ لڑکے کو فوراً گرفتار کر کے پیش کیا جائے۔ لڑکے کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے دربار میں پیش کیا گیا۔
بادشاہ نے اُس سے پوچھا'' اے لڑکے کیا تیرا جادو اِس حد تک پہنچ گیا کہ تُو پیدائشی اندھوں، کوڑھی لوگوں کو بھی ٹھیک کرنے لگا اور نہ جانے کیا کیا کام کرنے لگا''؟
اُس لڑکے نے جواب دیا'' بادشاہ سلامت میں کسی کو کیا شفا دوں گا میں تو خود محتاج ہوں شفا دینے والی ذات تو ایک اللہ کی ہے''۔ بادشاہ نے اُس لڑکے کے لئے بھی جلاد کو حکم دیا، اسے خوب مارو اور مارتے رہو کہ جب تک یہ ساری سچائی نہ بتادے۔ جلاد اسکو بھی مارنے لگا...... سخت سزائیں دیتا اور پوچھتا رہا کہ بتا یہ سب باتیں تجھے کون سکھاتا ہے...... کس نے تجھے باغی بنایا ہے؟...... اتنا چھوٹا ہے باتیں اتنی بڑی بڑی کرتا ہے۔
آخر ایک دن جب تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی تو اس لڑکے نے راہب کا نام اور پتہ بتا دیا۔ راہب کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ بادشاہ نے راہب کو کہا کہ'' اپنے دین کو اپنے مذہب کو چھوڑ دے'' مگر وہ نہ مانا انکار کردیا، اپنے ایمان پر قائم رہا۔ بادشاہ نے اس راہب کو آرے سے چروا کر اُس کے سر کے بیچ سے دو ٹکڑے کروادیئے۔ پھر اُس وزیر کو بلایا گیا جو پہلے نابینا تھا اور ایمان لا چکا تھا اور اُس کو بھی وہی بات کہی، وہ بھی نہ مانا ایمان پر ڈٹا رہا۔ پھر اس کو بھی وہی سزا دی گئی۔ اب لڑکے کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے بھی دین چھوڑنے کی بات کی...... مگر یہ لڑکا بھی اپنے دین پر قائم رہا۔
یہ سن کر بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو لے کر سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ اور اس سے معلوم کرو اگر یہ اپنے دین کو چھوڑ دے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو پہاڑ سے نیچے لڑھکا دو۔ حکم ملتے ہی سپاہی اس لڑکے کو پکڑ کر پہاڑ پر لے کر چڑھ گئے، چڑھتے چڑھتے جب پہاڑ کی اونچی چوٹی پر جا پہنچے

اور نیچے گرانے کا مشورہ کرنے لگے......تو اُس لڑکے نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے کسی بھی طرح ان سے بچا سکتا ہے...... مجھے ان ظالموں سے بچا۔ دعا کرنے کی دیر تھی کہ پہاڑ کو زلزلہ آگیا، پہاڑ ہلنے لگا اور سارے سپاہی پہاڑ سے نیچے لڑھک لڑھک کر مر گئے۔

وہ لڑکا چلتا ہوا واپس باشاہ کے دربار میں جا پہنچا۔

بادشاہ نے پوچھا وہ سپاہی کہاں ہیں جو تیرے ساتھ گئے تھے؟

لڑکے نے جواب دیا اللہ نے مجھے ان کے شر سے بچالیا۔ بادشاہ نے پھر کافی سارے سپاہیوں کو بلایا اور حکم دیا کہ اس لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر گہرے سمندر میں لے جاؤ اور اگر یہ اپنے دین کو چھوڑ دے تو خیر ورنہ اسے سمندر میں دھکا دیدو۔

پھر یہ سپاہی اس لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر بیچ سمندر میں لے گئے اور جب اس کو گرانے کے بارے میں مشورہ کرنے لگے تو اس لڑکے نے پھر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، اللہ سے دعا کی ......

اللہ تعالیٰ نے فوراً دعا قبول کرلی ......اور کشتی نے ان سب سپاہیوں کو اللہ کے حکم سے بیچ سمندر میں پلٹ دیا۔ سارے سپاہی سمندر میں غرق ہوگئے۔

اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی موجوں نے بحفاظت اس معصوم بچے کو ساحل پر لاکر چھوڑ دیا۔

پیارے بچو! کیوں کہ سمندر ہو یا پہاڑ ہو ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کا ہی حکم چلتا ہے، ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ لڑکا چلتے چلتے واپس بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ جو سپاہی گئے تھے وہ کہاں ہیں؟ لڑکے نے کہا کہ میرے اللہ نے مجھے ان سے بچالیا۔

پھر اُس بچے نے بادشاہ کو کہا ''تو مجھے اس وقت تک نہیں مار سکتا جب تک تو وہ کام نہ کرے جس کا میں تجھے حکم دیتا ہوں''۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس لڑکے نے کہا تو ''لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر اور مجھے کھجور کے شہتیر پر سولی چڑھا، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکال اسے کمان میں رکھ اور کہہ کہ ''اس اللہ کے نام سے جو لڑکے کا رب'' ہے (بسم اللّٰہ رب الغلام) پھر مجھے تیر مار، اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے مار پائے گا۔ بادشاہ نے پورے شہر میں اعلان کروادیا کہ فلاں میدان میں سب لوگ جمع ہوجائیں وہاں پر اس باغی لڑکے کو موت کی سزا دی جائے گی۔ اعلان کے ہوتے ہی پورے میدان میں ایک جم غفیر مردوں عورتوں کا جمع ہوگیا اور میدان کھچا کھچ بھر گیا۔ اب بادشاہ نے اس لڑکے کو سولی پر چڑھایا

اور پھر تیر کو کمان میں رکھا اور کہا ''اس اللہ کے نام سے جو لڑکے کا رب ہے'' اور تیر اس لڑکے کو مار دیا۔ وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ جہاں تیر لگا تھا رکھا اور مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر سب ایمان لے آئے۔ اور سب نے ایک زبان ہو کر شور مچا دیا اور نعرے لگانے لگے کہ ''ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے''۔ ہم اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے''۔ ''ہم اس لڑکے کے اللہ پر ایمان لائے''۔

جس بات سے بادشاہ ڈر رہا تھا وہ ہو کر رہی ایک بچہ کی قربانی سے پوری قوم کو اللہ نے ایمان کی دولت عطا فرمادی۔ اور بادشاہ نے بہت ظلم ڈھائے لوگوں کو آگ کی بڑی بڑی خندقیں تیار کر کے ان میں ڈالا اور بہت بڑی تعداد میں لوگ قربان ہوئے لیکن ایمان پر کوئی سودا نہ کیا، پھر اس بادشاہ اور اس کے وزیروں، مشیروں اور اس کے لشکر پر اللہ کی پکڑ آ گئی اور وہی آگ پھیل کر ان کے محلات اور ایوانوں تک جا پہنچی اور سب کو جلا کر بھسم کر دیا، یوں یہ لوگ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت بھی ان کی خراب ہوئی، قرآن مجید میں سورہ بروج میں اسی واقعہ کا ذکر ہوا ہے۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ بچوں کی دعائیں بہت جلدی قبول فرماتے ہیں آپ سب بھی اللہ سے خوب دعائیں اچھی اچھی چیزیں اپنے لئے اپنے ماں باپ کے لئے مانگا کرو اللہ تعالیٰ مانگنے سے خوش ہوتے ہیں۔ اور بچو جیت ہمیشہ حق اور سچ کی ہوتی ہے۔ لوگ آج تک اس بچے کا نام فخر سے لیتے ہیں اور اس بادشاہ کو سب برا کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۸ ''اخبارِ عالم''﴾

پاکستان: جنوبی وزیرستان، مقامی طالبان نے 260 مغوی سیکورٹی اہلکار رہا کر دیئے ☜ **12 ستمبر**: پاکستان: ڈیرہ اسماعیل خان جنوبی وزیرستان، خودکش دھماکہ فائرنگ، 27 جاں بحق 18 زخمی ☜ **13 ستمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان، سیکورٹی فورسز (Security Forces) کا فضائی آپریشن 40 جاں بحق، بنوں میں چیک پوسٹ (Chek Post) پر حملہ 3 ایف سی اہلکار زخمی، 12 اغواء ☜ پاکستان: 70 ہزار 500 خوش قسمت عازمینِ حج کے نام فائنل، رہائش کا بندوبست کر دیا ہے، پہلی فلائیٹ 13 نومبر کو روانہ ہوگی وزیرِ مذہبی امور اعجاز الحق ☜ **14 ستمبر 2007ء / بمطابق یکم رمضان المبارک 1428ھ**: پاکستان: تربیلا غازی، کمانڈوز میس میں دھماکہ 20 فوجی جاں بحق، 40 زخمی ☜ پاکستان: وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان 84 فیصد کامیاب ☜ **15 ستمبر**: پاکستان: 18 اکتوبر بے نظیر بھٹو نے وطن واپسی کی تاریخ دے دی، کراچی ائیر پورٹ پر اترنے کا اعلان ☜ پاکستان: بنوں سے اغوا ہونے والے 11 ایف سی اہلکار رہا، مکین کے علاقے میں فورسز اور مقامی طالبان کے درمیان فائر بندی

Iqra Ghufran

بزمِ خواتین　　مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۵)

معزز خواتین! اس سے پہلے سر کے اور بقیہ جسم کے بالوں وغیرہ سے متعلق زیب وزینت کے شرعی احکام ذکر کیے جا چکے ہیں اب ذیل میں بالوں کے علاوہ دوسری جسمانی زیبائش سے متعلق شرعی احکام ملاحظہ فرمائیں۔

پاؤڈر، کریم اور لوشن کا استعمال

ان اشیاء کا استعمال کرنا فی نفسہٖ جائز ہے بشرطیکہ کسی ناپاک چیز کی اس میں آمیزش کا یقین نہ ہو لیکن یہ خیال رہے کہ ان کی مہک اور خوشبو اجنبی مردوں تک نہ پہنچنے پائے کیونکہ حدیث شریف میں ایسی عورت کے لئے وعید بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ دیکھنے والی) ہر آنکھ زنا کرنے والی ہے اور بلاشبہ عورت جب (مہکنے والی) خوشبو لگائے اور پھر (اجنبی مردوں کی) مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زنا کرنے والی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۹۶ از ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تشریح: اس حدیث شریف سے دو ایسے کاموں کا سخت گناہ ہونا معلوم ہوا جن میں آج کل بکثرت مرد اور عورتیں مبتلا ہیں اول تو یہ ارشاد فرمایا کہ ہر وہ آنکھ جو اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے وہ زانی ہے اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ خود یہ دیکھنا ہی زنا ہے اس لئے کہ ہر عضو کا زنا اسی کام کے موافق ہوگا جس کام کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے آنکھوں کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ان سے کام بھی فقط دیکھنے کا ہی لیا جا سکتا ہے لہٰذا آنکھ کا زنا دیکھنا ہی ہوگا۔

مختلف اعضاء کا زنا

چنانچہ ایک حدیث شریف میں یہ تفصیل ہے کہ آنکھوں کا زنا (نامحرم عورت کو شہوت کی نگاہ سے) دیکھنا

Idara Ghufran

ہے، کانوں کا زنا (نامحرم عورت سے شہوت انگیز باتیں) سننا ہے اور زبان کا زنا (نامحرم عورت سے شہوت انگیز) باتیں کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا (نامحرم عورت کو شہوت کے ارادے سے) چھونا ہے اور پاؤں کا زنا (نامحرم عورت کے پاس بُرے ارادے سے چل کر) جانا ہے اور دل (بدکاری کی) خواہش و آرزو کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے (یعنی اگر خدانخواستہ ان سارے مقدمات سے گزر کر اصل بدکاری میں ابتلا ہوگیا تو گویا شرمگاہ نے بقیہ اعضاء کے زنا کی تصدیق کردی) یا تکذیب کرتی ہے (یعنی بعض اوقات آنکھ کان اور زبان وغیرہ تو اپنی اپنی حد تک بدکاری کرلیتے ہیں لیکن موقع نہ لگنے کی وجہ سے یا بدنامی وغیرہ کے خوف سے اصل بدکاری میں مبتلا ہونے سے انسان بچ جاتا ہے تو گویا شرمگاہ نے ان تمام باتوں کو جھوٹا کردیا)

اور یا ایسی آنکھ کو اس لئے زانی فرمایا کہ آنکھوں سے اجنبی عورتوں کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا اصل بدکاری کا ذریعہ اور اس تک پہنچانے والا ہے۔

مہکتی خوشبو لگانے والی عورت کیلئے وعید

اور دوسرے یہ فرمایا کہ جو عورت مہکنے والی خوشبو لگا کر اجنبی مردوں کے پاس جاتی ہے یا اجنبی مردوں کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ایسی یعنی زانیہ بدکارہ ہے یہ اس لئے فرمایا کہ جب کوئی خاتون ایسا کرے گی تو اس نے دراصل خوشبو کے ذریعے اجنبی مردوں کی شہوت کو بھڑکایا ہے اور انہیں اپنی طرف دیکھنے پر آمادہ کیا ہے تو اب جس مرد نے اس کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھا اس نے اپنی آنکھ سے زنا کیا اور اس عورت کو اس زنا کا سبب بننے کا گناہ ہوا سو جب یہ عورت ایک یا کئی مردوں کے لئے آنکھوں کے زنا کا سبب بنی ہے تو یہ خود بھی زانیہ ہوئی۔

مہکتی خوشبو کا استعمال

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے مہکنے والی خوشبو کا استعمال جبکہ وہ خوشبو اجنبی مردوں تک بھی پہنچ رہی ہو ناجائز ہے۔ خواہ یہ خوشبو پاؤڈر کی ہو یا کریم کی، لوشن کی ہو یا عطر کی یا کسی اور چیز کی سب کا یہی حکم ہے لہٰذا خواتین کو خوشبو اور عطر وغیرہ کا استعمال تو جائز بلکہ پسندیدہ ہے لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہئے جو بہت ہی معمولی ہو کہ خود اپنی ناک تک پہنچ سکے یا شوہر قریب ہو تو اس کو خوشبو آجائے اور اس سے پسینہ وغیرہ کی بو کا ازالہ ہوجائے۔ ایک حدیث

شریف میں تیز خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے والی عورت کے بارے میں ارشاد ہے: جو کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہے اور مرد اسے دیکھتے ہیں اللہ رب العزت اس سے مسلسل ناراض رہتے ہیں تا آنکہ وہ اپنے گھر واپس آ جائے (طبرانی) لہٰذا خواتین کو تیز خوشبو استعمال کرنے سے سخت پرہیز کرنا لازم ہے تا کہ وہ اس قسم کی سخت وعیدوں سے محفوظ رہ سکیں۔ البتہ اگر کوئی خاتون اپنے گھر میں محارم کے سامنے یا شوہر کی خاطر مہکنے والی خوشبو لگا لے تو جائز بلکہ بہتر ہے۔

غیروں کے لئے سنورنے والی خواتین

آجکل عموماً خواتین کی حالت یہ ہے کہ جب کبھی کسی تقریب میں جانا ہو یا بازار جانا ہو، یا ملازم پیشہ خواتین نے ملازمت کیلئے جانا ہو یا سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں میں پڑھنے والی لڑکیوں نے تعلیم کے لئے جانا ہو غرضیکہ اس طرح کے تمام مواقع جن میں عورتوں نے گھروں سے باہر جانا ہوتا ہے جس میں اجنبی مردوں کے پاس سے گزرنے یا ان سے بات چیت کرنے کی نوبت بھی آ جاتی ہے تو وہ خوب بن سنور کر پاؤڈر کریم، لوشن، عطر، پرفیوم وغیرہ لگا کر گھروں سے باہر نکلتی ہیں جس کا سخت گناہ اور ناجائز ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہے لیکن اس کے برعکس گھر میں رہتے ہوئے میلی کچیلی بن کر ایسی حالت میں رہتی ہیں کہ نہ بالوں کو ڈھنگ سے سنوارنا، نہ کپڑے اور بدن کو صاف رکھنا بلکہ پسینے اور میل کی وجہ سے بدن سے بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے نہ اس کو دور کرنے اور خوشبو لگا لینے کی فکر جس کے نتیجے میں بسا اوقات نفاست پسند شوہر کو بیوی کے قریب آنے سے بھی گِھن آتی ہے اور اس کے دل میں بیوی سے نفرت بیٹھ جاتی ہے شوہروں والی عورتوں کو اس کا خاص اہتمام رکھنا چاہیئے کہ وہ جائز حدود میں رہتے ہوئے شوہر کی خاطر صاف ستھری اور زیب و زینت کے ساتھ رہا کریں تا کہ شوہر کو ان کے پاس آنے کی رغبت برقرار رہے جو میاں بیوی دونوں کیلئے بہت سارے فتنوں سے حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔

پرفیوم کا استعمال

آجکل بازاروں میں مختلف قسم کے سینٹ اور پرفیوم وغیرہ دستیاب ہیں جن میں الکحل (Alcohol) بھی شامل ہوتا ہے ان کا ستعمال جائز ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شرعی حکم میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ الکحل اگر کھجور یا انگور کی شراب سے بنا ہو تو وہ ناپاک ہے اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں اور اگر وہ کھجور یا انگور کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب سے بنا ہوا ہو تو وہ پاک ہے اور اس کا خارجی استعمال شرعاً جائز

ہے۔

اور آج کل پرفیومز میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے وہ عموماً کھجور یا انگور کی شراب سے بنا ہوا نہیں ہوتا بلکہ دوسری مختلف قسم کی چیزوں مثلاً مکئی، جوار، گندم، بیر، آلو، چاول یا پٹرول وغیرہ سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا پرفیوم شرعاً ناپاک نہیں اس لئے اس کا استعمال جائز ہے۔

اب اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ فلاں پرفیوم میں کھجور یا انگور کی شراب سے بنا ہوا الکحل ڈلا ہوا ہے تو اس کا استعمال ناجائز ہے اور اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ فلاں پرفیوم میں دوسری چیزوں مثلاً مکئی، جوار، گندم، بیر، آلو وغیرہ سے بنا ہوا الکحل ڈلا ہوا ہے تو اس کا استعمال جائز ہے

اور اگر کسی پرفیوم کے بارے میں کچھ تحقیق نہیں ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو نہ لگایا جائے اس لئے کہ خوشبو کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دوسرے سادہ عطر بھی موجود ہیں البتہ کوئی ایسا پرفیوم لگا لے تو ناجائز نہیں ہوگا۔

خواتین کو پرفیوم استعمال کرتے وقت درج بالا تفصیل کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا لحاظ بھی رکھنا پڑے گا کہ اس کی خوشبو اجنبی مردوں تک نہ پہنچنے پائے (جس کا طریقہ اور اصول حدیث میں یہ بتلا دیا گیا کہ خوشبو زیادہ مہکنے اور پھیلنے والی نہ ہو)۔

اُبٹن لگانا

بعض علاقوں میں شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کو ابٹن (خوشبودار مسالہ) لگانے کا رواج ہے اس کا حکم ظاہر ہے خوشبو والا ہی ہے جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی لیکن اس تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس کو ایسا لازمی نہ سمجھا جائے کہ نہ کرنے والوں پر لعن طعن ہونے لگے نیز شادی کی رسومات پر عموماً جو مفاسد و منکرات ہوتے ہیں مثلاً تصویر کشی، بے پردگی، مردوں عورتوں کا اختلاط، مووی بنانا، گانا بجانا، اور اسراف وغیرہ یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں اس لئے ان ناجائز امور سے بچنا ضروری ہے البتہ ہر قسم کی مذکورہ خرابیوں اور گناہوں سے بچ کر سادہ طریقہ پر اُبٹن لگایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

پیشانی پر افشاں لگانا

زیب وزینت کی غرض سے پیشانی پر افشاں لگانا بھی جائز ہے لیکن اگر یہ پانی کو جسم تک پہنچنے سے رکاوٹ بنے تو اس سے پرہیز ہی کیا جائے ورنہ وضو غسل اور نماز نہ ہوگی۔ (جاری ہے......)

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

جمعہ کی دو اذانوں کے درمیان وقفہ اور بیان کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱)...... جمعہ کی پہلی اذان کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں، اس کا ثبوت کہاں سے ہے؟

اور جمعہ کے لیے سعی کرنا اور خرید وفروخت کا چھوڑنا کون سی اذان پر واجب ہوجاتا ہے؟

باحوالہ تحریر فرمادیں۔

اور جمعہ کی پہلی اذان زوال کے کتنی دیر بعد ہونی چاہیے، اور دوسری اذان کتنی دیر بعد۔

بعض جگہ دونوں اذانوں کے درمیان بہت لمبا وقفہ دیا جاتا ہے، اور بعض جگہ بہت کم وقفہ کہ جس میں صرف سنتیں ادا کی جاسکیں، دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں زیادہ بہتر صورت کون سی ہے؟

(۲)...... جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان کیا تقریر اور وعظ کہنا درست ہے؟

بعض لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں، اس سلسلہ میں صحیح نقطۂ نظر کیا ہے؟

شافی اور مدلل جواب تحریر فرمادیں۔ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

(۱)...... حضرت سائب ابنِ یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاَذَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ کَانَ اَوَّلُهٗ حِیْنَ یَجْلِسُ الْاِمَامُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَی الْمِنبَرِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا کَانَ فِیْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَکَثَّرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَی الزُّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰی ذَالِکَ (بخاری، باب التأذین عند الخطبة واللفظ لهٗ، ابوداؤد، باب النداء یوم الجمعة، نسائی، باب الاذان للجمعة)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی، جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا

Idara Ghufran

دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری (یعنی جمعہ کی پہلی) اذان کا حکم دیا، چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی اور پھر اسی پر مستقل طور پر عمل شروع و جاری ہوگیا'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جوکہ خلیفۂ راشد ہیں، انہوں نے یہ عمل دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا، جس پر سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعِ سکوتی ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور وصحیح حدیث میں خلفائے راشدین کے عمل کو سنت سے تعبیر کیا ہے، اور جب دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی اس میں شامل ہوگیا تو اس عمل کی اہمیت وحیثیت اور زیادہ بڑھ گئی اور جمعہ کی اس اذان کے سنت ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافتِ راشدہ کے دور میں اسی پر عمل کیا، جس کی وجہ سے یہ دوسرے خلیفۂ راشد کا عمل بھی ہوگیا؛ اور ایک کے بجائے دو خلفائے راشدین کی سنت ہوگیا۔

لہٰذا جو حضرات اس اذان کے سنت ہونے پر شبہ کرتے ہیں، اور اس اذان کو نعوذ باللہ بدعت تک قرار دیدیتے ہیں، وہ غلطی میں مبتلا ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکاۃ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ الطِّيبِيُّ اَلْمُرَادُ بِالنِّدَاءِ الثَّالِثِ هُوَ النِّدَاءُ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ لِيَحْضُرَ الْقَوْمُ وَيَسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ وَاِنَّمَا زَادَ عُثْمَانُ ذَالِكَ لِكَثْرَةِ النَّاسِ فَرَأٰى هُوَ اَنْ يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ قَبْلَ الْوَقْتِ لِيَنْتَهِيَ الصَّوْتُ اِلٰى نَوَاحِي الْمَدِيْنَةِ وَيَجْتَمِعُ النَّاسُ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ لِئَلَّا يَفُوْتَ عَنْهُمْ اَوَائِلَ الْخُطْبَةِ ....اِنَّمَا اَحْدَثَهُ عُثْمَانُ اَجْمَعُوْا عَلَيْهِ اِجْمَاعًا سُكُوْتِيًّا (مرقاۃ ج۳ ص ۲۶۳ و ص ۲۶۴)

ترجمہ: ''علامہ طیبی رحمہ اللہ (مشکوٰۃ کی شرح میں) فرماتے ہیں کہ تیسری اذان سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے خطبہ کے لئے منبر پر حاضر ہونے سے پہلے ہے، تاکہ قوم (اس اذان کو سن کو جمعہ کے لئے) حاضر ہوجائے اور خطبہ کے لئے سعی کرے اور حضرت عثمان رضی اللہ نے اس اذان کا لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اضافہ کیا تھا، پس انہوں نے خیال کیا کہ مؤذن (دوسری اذان سے کچھ وقت) پہلے اذان دے دے، تاکہ شہر کے محلوں میں آواز پہنچ جائے اور لوگ امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے حاضر ہوجائیں اور ان سے خطبہ کے ابتدائی حصے

فوت نہ ہوں (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) پس جس اذان کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اضافہ فرمایا اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعِ سکوتی ہوگیا تھا (لہٰذا اسے شرعاً بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا)'' (ترجمہ ختم)

مشہور تابعی حضرت عطا سے مروی ہے:

اِذَا اَذَّنَ الْاِمَامُ الْاَوَّلَ فَاِنَّهٗ يُحرِمُ الصَّنَاعَاتِ كُلَّهَا ، هِىَ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ (مصنف عبدالرزاق، الجزء ۳، حدیث نمبر ۵۲۲۲)

ترجمہ: ''جب (جمعہ کی) مؤذن پہلی اذان دیدے تو یہ ہر قسم کے صنعتی مشاغل کو حرام کردیتی ہے، جس طرح خرید وفروخت کو حرام کردیتی ہے'' (ترجمہ ختم)

حضرت ضحاک سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ حَرُمَ الْبَيْعُ (مصنف عبدالرزاق، الجزء ۳، حدیث نمبر ۵۲۲۳)

ترجمہ: ''جب زوال کے بعد جمعہ کی اذان دیدی جائے تو خرید وفروخت حرام ہوجاتی ہے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: ظاہر ہے کہ پہلی اذان کا وقت زوال کے بعد ہوتا ہے، لہٰذا جب پہلی اذان زوال کے بعد دی جائے گی تو خرید وفروخت ممنوع اور جمعہ کی سعی واجب ہوجائے گی۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا اَنَّهٗ اِذَا اُذِّنَ الْاَوَّلُ تَرَكُوْا الْبَيْعَ وَسَعَوْا لِقَوْلِهٖ تَعَالىٰ اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ، قَالَ الطَّحَاوِىُ اِنَّمَا يَجِبُ السَّعْىُ وَتَرْكُ الْبَيْعِ اِذَا اُذِّنَ الْاَذَانُ وَالْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ لِاَنَّهُ الَّذِىْ كَانَ عَلىٰ عَهْدِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَزَمَنَ الشَّيْخَيْنِ وَهُوَ الْاَظْهَرُ لٰكِنْ قَالَ غَيْرُهٗ هُوَ الْاَذَانُ عَلَى الْمَنَارَةِ الْآنَ الَّذِىْ أَحْدَثَ فِىْ زَمَانِ عُثْمَانَ قَالَ الشَّمْنِىُ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَاخْتَارَهٗ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ ،اه.

وَلَعَلَّهُمْ اَخَذُوْا بِعُمُوْمِ لَفْظِ الْاٰيَةِ مَعَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنْ كَوْنِهٖ بَيْنَ يَدَيْهِ ﷺ اَوْ نَظَراً اِلىٰ اَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِمُ السَّعْىُ وَتَرْكُ الشُّغْلِ الْمَانِعِ قَبْلَ اَذَانِ الْخُطْبَةِ لِئَلَّا يَفُوْتَهُمْ شَيْئٌ فَقَدَّرُوْا الْاَذَانَ الْاَوَّلَ الَّذِىْ يَقَعُ اَوَّلَ الْوَقْتِ وَيُؤَيِّدُهٗ الْاِجْمَاعُ السَّكُوْتِىُ وَاللهُ اَعْلَمُ (مرقاۃ جلد۳ صفحہ ۲۶۴، باب الخطبۃ والصلاۃ)

ترجمہ: ''اور ہمارے علماء حضرات نے فرمایا کہ جب جمعہ کی پہلی اذان ہوجائے تو لوگ خرید وفروخت چھوڑ دیں گے اور جمعہ کے لیے سعی کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب جمعہ کے دن اذان دیدی جائے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف سعی کرو، اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ طحاوی نے فرمایا کہ سعی اور خرید وفروخت کو چھوڑ نا اُس وقت واجب ہے جبکہ اذان دی جائے اور امام منبر پر ہو، کیونکہ حضور ﷺ اور شیخین کے زمانے میں یہی اذان تھی، اور یہی ظاہر ہے۔ لیکن طحاوی کے علاوہ دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ وہ منارے والی اذان ہے، جو آج کل ہوتی ہے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کا اجراء ہوا؛ شمنی نے فرمایا، یہی زیادہ صحیح ہے اور اسی کو شمس الائمۃ نے اختیار کیا ہے، اور غالباً فقہاء نے آیت کے لفظ کے عموم سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ اذان نبی ﷺ کے سامنے ہو۔ یا انہوں نے یہ دیکھا کہ لوگوں پر سعی واجب ہے اور جو مشغولی جمعہ میں مانع ہو، اس کو چھوڑ نا ضروری ہے خطبہ کی اذان سے پہلے تاکہ لوگوں سے خطبہ کا کوئی حصہ فوت نہ ہوجائے؛ پس انہوں نے پہلی اذان جو کہ اوّل وقت میں دی جاتی ہے، اس سے اس کا تعلق قائم کیا اور اسی بات کی صحابۂ کرام کا سکوتی اجماع بھی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم'' (ترجمہ ختم)

ترمذی کی شرح معارفُ السنن میں ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ هٰذَا الْاَذَانُ كَانَ قَبْلَ التَّأْذِيْنِ بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيْبِ وَكَانَ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِ الظُّهْرِ مُتَّصِلاً بِالزَّوَالِ (معارف السنن ج ۴ ص ۳۹۶)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ پہلی اذان خطیب کے سامنے اذان سے پہلے اور ظہر کے اول وقت میں زوال کے ساتھ متصل ہوتی تھی'' (ترجمہ ختم)

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ جمعہ کی پہلی اذان کو جاری کرنے کی غرض ہی یہ ہے کہ لوگوں کو جمعہ کی نماز کے داخل ہونے کی اطلاع ہوجائے اور لوگ دوسرے کام کاج اور مشاغل چھوڑ کر جمعہ کی سعی کریں اور جمعہ کی نماز کی طرف متوجہ ہوں۔

جہاں تک جمعہ کی دونوں اذانوں میں وقفے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہیے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ زوال کے بعد جمعہ کی نماز جلدی ادا فرمالیتے تھے اور یہی طریقہ خلفائے راشدین کا بھی تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ (بخاری،ترمذی)

ترجمہ: ’’بے شک حضور ﷺ جمعہ کی نماز سورج ڈھل جانے کے وقت پڑھتے تھے‘‘ (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ بِنَا الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ (مسند احمد، مسند انس بن مالک، واللفظ لهٗ، مسند طيالسی، وما اسند انس بن مالک)

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ ہمیں جمعہ کی نماز اُس وقت پڑھاتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا‘‘ (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يُؤْخَذُ مِنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُبَادِرُ بِهَا عَقِبَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ وَاَنَّ وَقْتَهَا لَايَدْخُلُ اِلَّا بَعْدَ وَقْتِ الزَّوَالِ (مرقاة جلد۳ صفحه ۲۶۲، باب الخطبة والصلاة)

ترجمہ: ’’اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کا وقت داخل ہونے کے بعد جمعہ جلدی ادا کرنے کا اہتمام فرماتے تھے، اور جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہی داخل ہوتا ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ زوال کے بعد جلدی جمعہ ادا فرماتے تھے۔

مشہور تابعی حضرت عطاء سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

بَلَغَنِيْ اَنَّ عُثْمَانَ كَانَ يَجْمَعُ ثُمَّ يَقِيْلُ النَّاسُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ (مصنف عبد الرزاق جلد۳ صفحه ۱۲۵)

ترجمہ: ’’ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے جمعہ پڑھاتے تھے، پھر جمعہ کی نماز کے بعد لوگ قیلولہ کرتے تھے‘‘ (ترجمہ ختم)

حضرت سعد انصاری سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَجْمَعُ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَقِيْلُ (مصنف ابن ابی شيبه جلد۲ صفحه ۱۶)

ترجمہ: ’’ہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے جمعہ پڑھتے تھے، پھر ہم لوٹتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے‘‘ (ترجمہ ختم)

حضرت ابورزین فرماتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ الْجُمُعَةَ فَاَحْيَاناً نَجِدُ فَيْئًا وَاَحْيَانًا لَمْ نَجِدْهُ

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۱۸)

ترجمہ: ''ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد ہم کبھی سایہ پاتے تھے اور کبھی نہیں پاتے تھے'' (ترجمہ ختم)

یعنی جمعہ کی نماز زوال کے بعد بہت جلد ادا کر لیتے تھے کہ ابھی تک چیزوں کا سایہ پوری طرح نظر نہیں آ رہا ہوتا تھا

(۲)...... جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے وعظ ونصیحت کا سلسلہ اگر شرعی اصول وقواعد کی پابندی کے ساتھ انجام دیا جائے تو بہت مفید اور خیر وبرکت کا باعث اور بزرگانِ دین واسلافِ امت کے معمولات میں سے ہے

اوّلاً تو جمعہ کی پہلی اور دوسری اذان میں قدرے وقفہ ہونا چاہئے، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی، اور اس وقفہ میں وعظ بہت موزون ہے، جس میں لوگوں کو جمعہ کے لیے جلدی آنے کی ترغیب بھی پائی جاتی ہے۔

دوسرے جمعہ کا دن عبادت اور وعظ وتذکیر کا دن ہے، جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن اور احادیث میں ویسے ہی بڑی تاکید آئی ہے۔

امام ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِنَّهُ يَوْمُ اِجْتِمَاعِ النَّاسِ وَتَذْكِيرِهِمْ بِالْمَبْدَءِ وَالْمَعَادِ وَقَدْ شَرَعَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِي الْاُسْبُوْعِ يَوْماً يَتفرَّغُوْنَ فِيهِ لِلْعِبَادَةِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيهِ لِتَذَكُّرِ الْمَبْدَءِ وَالْمَعَادِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَيَتَذَكَّرُوْنَ بِهِ اِجْتِمَاعَهُمْ يَوْمَ الْجَمْعِ الْاَكْبَرِ قِيَاماً بَيْنَ يَدَىْ رَبِّ الْعَالِمِيْنَ ،وَكَانَ اَحَقُّ الْاَيَّامِ بِهٰذَا الْغَرَضِ الْمَطْلُوْبِ الْيَوْمَ الَّذِىْ يَجْمَعُ اللهُ فِيْهِ الْخَلَائِقَ وَذَالِكَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، الجزء الاول، صفحہ ۱۸۲، فصل فی مبدء الجمعة؛ مطبوعة: بیروت، لبنان)

ترجمہ: ''جمعہ کا دن لوگوں کے جمع ہونے اور اُن کو مبدء ومعاد (یعنی دنیا وآخرت کی زندگی اور تقاضوں) کے متعلق وعظ ونصیحت کرنے کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کے لیے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھا ہے، جس میں وہ عبادت کے لیے فارغ ہوتے ہیں، اور اُس دن میں جمع ہوتے ہیں مبدء اور معاد اور ثواب اور عذاب کو یاد کرنے کے لیے، اور اُس دن کے ذریعے سے اجتماعی طور پر قیامت کے بڑے دن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کو یاد کرتے ہیں، اور سب دنوں میں اس مقصد اور غرض کے لیے وہ دن زیادہ مستحق ومناسب تھا،

جس میں اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع فرمائیں گے اور وہ جمعہ کا دن ہے‘‘ (ترجمہ ختم) ۱؎

تیسرے جمعہ کے دن کا وعظ وتذکیر کے لیے ہونے کی وجہ سے ہی بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جمعہ کے خطبہ سے پہلے وعظ کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے مسجد میں احادیث بیان فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد امیر المومنین خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔

امام حاکم حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ کَانَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلٰی جَانِبِ الْمِنبَرِ فَیَطْرَحُ اَعْقَابَ نَعْلَیْہِ فِیْ ذِرَاعَیْہِ ثُمَّ یَقْبِضُ عَلٰی رَمَانَۃِ الْمِنبَرِ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ ﷺ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ ﷺ ثُمَّ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ ذَالِکَ : وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِاقْتَرَبَ فَاِذَا سَمِعَ حَرَکَۃَ بَابِ الْمَقْصُوْرَۃِ بِخُرُوْجِ الْاِمَامِ جَلَسَ. ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ وَلَمْ یَخْرُجَاہُ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۵۸، حدیث نمبر ۳۳۸)

ترجمہ: ’’حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر کے قریب اپنے جوتوں کی ایڑیوں کو اپنی جیب میں ڈال لیتے تھے، پھر منبر کے کونہ کو ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ابوالقاسم حضور ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ نے فرمایا: صادق اور مصدوق نے فرمایا (یعنی حضور ﷺ کے مختلف ناموں کی نسبت سے احادیث بیان کیا کرتے تھے) پھر بعض اوقات یہ بھی فرماتے تھے کہ ہلاکت ہے عرب کی اس شر سے جو قریب آ چکا ہے، پھر جب حجرہ کے دروازے سے امامِ جمعہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی حرکت سن لیتے تھے تو بیٹھ جاتے تھے (امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں) یہ حدیث صحیح ہے، اگرچہ امام بخاری ومسلم نے اس کو روایت نہیں کیا‘‘ (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ عمل، خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا کرتے تھے۔

امام حاکم رحمہ اللہ اس کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

۱؎ خطبۂ جمعہ کی اصل حیثیت ذکر کی اور ثانوی درجہ میں تذکیر کی ہے، لہٰذا عربی دانوں کے لئے تو خطبۂ جمعہ میں بھی ذکر کے ساتھ تذکیر ہوسکتی ہے، مگر جو لوگ عربی نہیں سمجھتے ان کے لئے خطبۂ جمعہ سے یہ مقصود حاصل کرنا مشکل ہے، لہٰذا اُن کے حق میں تذکیر کا مقصد حاصل کرنے کا بہتر وآسان طریقہ یہی ہے کہ خطبۂ جمعہ سے پہلے مقامی زبان میں وعظ وتذکیر ہو جایا کرے۔

اِنَّمَا الْغَرَضُ فِيْهِ اِسْتِحْبَابُ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ عِنْدَالْمِنبرِ قَبْلَ خُرُوْجِ الْإِمَامِ (ایضاً حوالہ بالا)

ترجمہ: ''غرض اس سے یہ ہے کہ امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر کے قریب حدیث روایت کرنا مستحب ہے'' (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کیونکہ احادیث بہت زیادہ یاد تھیں اس لئے وہ جمعہ کے خطبہ سے پہلے اپنے وعظ میں کثرت سے احادیث سنا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال جمعہ کے خطبہ سے پہلے وعظ ونصیحت اور تقریر بدعت نہیں بلکہ ثواب ہے، کیونکہ جو عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خاص کر خلفائے راشدین سے ثابت ہو اس کو بدعت ہرگز نہیں کہا جا سکتا، صحیح احادیث میں خلفائے راشدین کے طریقہ کو بھی سنت قرار دیا گیا ہے۔

لیکن کیونکہ جمعہ کی نماز جلدی ادا فرمالینے کا حکم ہے لہٰذا زوال ہوتے ہی اول وقت میں پہلی اذان کے فوراً بعد وعظ شروع ہو جائے مختصر تقریر کے بعد جمعہ کی دوسری اذان دی جائے اور پھر خطبہ ونماز پڑھ لی جائے۔ تو اس طرح سب کام اپنی جگہ ٹھیک طریقہ پر انجام پا جاتے ہیں۔

جمعہ بھی اول وقت میں ادا ہو جاتا ہے، اور دونوں اذانوں کے درمیان مختصر وقفہ ہونے سے لوگوں کو جمعہ کی تیاری اور سعی کرنے کا موقع بھی حاصل ہو جاتا ہے، اور بعض صحابۂ کرام نیز اکابرین کے معمول پر بھی عمل ہو جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس پر عمل اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ پہلی اذان زوال کے فوراً بعد ہو، اس میں تاخیر نہ کی جائے، اور پہلی اذان کے بعد مختصر وعظ ہو، اس میں غلو نہ ہو اور وعظ میں اختصار سے کام لیا جائے اور اگر پہلی اذان تاخیر سے دی جائے یا وعظ کو غیر معمولی لمبا کر دیا جائے یا دونوں اذانوں میں بہت معمولی برائے نام وقفہ رکھا جائے کہ جس میں لوگوں کو جمعہ کی سعی کا موقع نہ مل سکے، تو ان سب صورتوں میں کچھ نہ کچھ مفاسد پائے جاتے یا کم از کم مسنون ومستحب چیزوں کا ترک لازم آتا ہے۔

جمعہ کے خطبہ سے پہلے وعظ وتقریر ہونے پر بعض حضرات یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے مسجد میں موجود حضرات کو ذکر، تلاوت اور نفل وغیرہ پڑھنے میں خلل آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ذکر وتلاوت اور نوافل کے لئے تو اور بہت سے اوقات اور مواقع ہیں، صرف تھوڑی دیر کے لئے ان چیزوں کو موقوف کر کے دینی باتیں سننے میں کوئی بھی دشواری نہیں، علم حاصل کرنا بھی عبادت کے ساتھ ساتھ ضروری ہے۔

آج کل تعلیم یافتہ طبقہ اور مغربی تہذیب کا دلدادہ گروہ چاہتا ہے کہ ہر جمعہ کو خطبہ سے پہلے جو دین کی باتیں

مسلمانوں کے کانوں میں پڑ جاتی ہیں، اس کا موقع نہ رہے حالانکہ اس سے مسلمانوں کے بہت بڑے طبقہ کی اصلاح ہورہی ہے اور بکثرت مسلمان اس سے استفادہ کر کے اپنے عقائد واعمال کو درست کررہے ہیں اور دراصل یہ ایک طرح سے ہفتہ وار تبلیغ اور عوامی اصلاح کا پروگرام ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کا لحاظ رکھا جائے۔

ذیل میں جمعہ کے خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں وعظ وتقریر کے جواز سے متعلق چند فتاویٰ نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)......حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

خطبہ سے پہلے وعظ کہنا جائز ہے (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) حاصل یہ ہے کہ خطبہ سے پہلے وعظ کہنا فی نفسہٖ ممنوع نہیں (امداد الاحکام جلد اول صفحہ ۷۷۲) (نیز ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۴۳۸، باب صلوٰۃ الجمعۃ والعیدین)

(۲)......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

خطبہ سے پہلے اور اذان **بین یدی الخطیب** سے بھی پہلے وعظ کہا جاوے، اس میں کچھ حرج نہیں (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل جلد ۵ صفحہ ٦۷)

(۳)......حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خطبۂ جمعہ سے قبل وعظ کہنا جائز ہے، اس میں کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے (کفایت المفتی مع عنوانات جلد ۳ ص ۲٦۴)

(۴)......حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اذانِ ثانی (یعنی خطبے کی اذان) سے پہلے ضروری مسائل اور دینی احکام مختصراً بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جائز ہے بلکہ مستحب ہے؛ صحابۂ کرام کے عمل سے ثابت ہے، بدعت نہیں ہے (فتاویٰ رحیمیہ مبوب جلد ۵ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

جمعہ کے روز اذانِ ثانی سے پہلے ضروری احکام یا خطبے کا ترجمہ مختصر طور پر بیان کردینے میں مضائقہ نہیں ہے، بلکہ مستحسن ہے (ایضاً صفحہ ۱۴۹)

(۵)......حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اذانِ اول ہوتے ہی دین کے ضروری مسائل واحکام کو بیان کرنا شروع کردیا جائے، اور سامعین آ آ کر بیٹھتے اور سُنتے رہیں، اذان سے آٹھ دس منٹ پہلے بیان ختم کردیا جائے، اس

Idara Ghufran

وقت سب لوگ سنتیں اطمینان سے ادا کرلیا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ دین کی تبلیغ بھی ہوجایا کرے گی اور سنتوں میں بھی خلل نہیں ہوگا، ممکن ہے کہ کچھ اہلِ علم حضرات ایسے ہوں، جن کو دینی احکام ومسائل سُننے کی ضرورت نہ ہو، بلکہ ان کو پہلے سے معلوم ومحفوظ ہوں اور ان کو تقریر ووعظ سے گرانی ہوتی ہو، لیکن مسلمانوں کی اکثریت ایسی نہیں، بلکہ وہ محتاج ہیں، کہ ان کو احکام ومسائل بتائے جائیں، ان کو اس سے نفع بھی ہوتا ہے، عموماً اپنے دنیاوی مشاغل میں مسلمان اس قدر پھنسے ہوئے کہ ان کو دینی علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا، جمعہ میں ان کو موقع مل جائے تو ان کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اس میں کھنڈت (خلل) نہ ڈالیں (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۸ صفحہ۲۵۰و۲۵۱)

(۶)......مولانا مفتی نظامُ الدین اعظمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ہر خطبۂ جمعہ شروع ہونے کے متعینہ وقت کے قبل اذانِ اول کے بعد کوئی صاحب (امام یا غیر امام) خطبہ کا مضمون اور ضروری وعظ بیان کردے، اور خطبہ کے متعینہ وقت سے دس آٹھ منٹ قبل اپنا بیان قطعاً بند کردے، تاکہ لوگ اطمینان سے سنتِ مؤکدہ وقت کی پڑھ لیں اور خطبہ ونماز وقت سے ادا ہو اور گڑ بڑی نہ ہو (نظامُ الفتاویٰ جلد۱ صفحہ۷۸)

تنبیہ: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان مقامی زبان کا وعظ مختصر ہونا چاہیے، آج کل بہت سے خطیب لمبی چوڑی تقریر کرکے دونوں اذانوں میں بہت زیادہ فصل کردیتے ہیں، اور اس کی وجہ سے جمعہ دیر سے کھڑا ہوتا ہے، اس طریقہ سے بچنا چاہیے۔

اس کے علاوہ آج کل بہت سے علماء اپنے اس وعظ میں غیر متعلقہ خصوصاً غیر مہذب سیاسی باتیں چھیڑ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وعظ وتذکیر کا مقصد ہی حاصل نہیں ہوپاتا، یہ طریقہ قابلِ اصلاح ہے۔

وعظ دینی مضامین پر مشتمل اصلاحی انداز کا ہونا چاہیے، جس سے لوگوں کو آخرت کی رغبت ہو، اور شرعی احکام کا علم ہو

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَتْ خُطْبَتُهُ ﷺ اِنَّمَا هِيَ تَقْرِيْرٌ لِاُصُوْلِ الْاِيْمَانِ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَلِقَائِهٖ وَذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَمَااَعَدَّ اللهُ لِاَوْلِيَائِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ وَمَا اَعَدَّ لِاَعْدَائِهٖ وَاَهْلِ مَعْصِيَتِهٖ فَيَمْلَأُ الْقُلُوْبُ مِنْ خُطْبَتِهٖ اِيْمَاناً وَتَوْحِيداً وَمَعْرِفَةً بِاللهِ وَاَيَّامِهٖ لَا كَخُطَبِ غَيْرِهِ الَّتِيْ اِنَّمَا تُفِيْدُ اُمُوْراً مُشْتَرِكَةً بَيْنَ الْخَلَائِقِ وَهِيَ النَّوْحُ عَلَى الْحَيَاةِ وَالتَّخْوِيفُ بِالْمَوْتِ فَاِنَّ هٰذَا اَمْرٌ لَايَحْصِلُ فِي الْقَلْبِ

اِیْمَاناً بِاللّٰہِ وَلَاتَوْحِیْداً لَہٗ وَلَامَعْرِفَۃً خَاصَّۃً بِہٖ وَلَاتَذْکِیْراً بِاَیَّامِہٖ وَلَابَعْثاً لِلنُّفُوْسِ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ وَالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِہٖ فَیَخْرُجُ السَّامِعُوْنَ وَلَمْ یَسْتَفِیْدُوْا فَائِدَۃً غَیْرَ اَنَّھُمْ یَمُوْتُوْنَ وَتُقْسَمُ اَمْوَالُھُمْ وَیُبْلِی التُّرَابُ اَجْسَامَھُمْ فَیَالَیْتَ شَعْرِیْ اَیُّ اِیْمَانٍ حَصَلَ بِھٰذَا وَاَیُّ تَوْحِیْدٍ وَمَعْرِفَۃٍ وَعِلْمٍ نَّافِعٍ حَصَلَ بِہٖ (زاد المعاد الجزء الاول صفحہ ۱۷۳، فصل فی مبدأ الجمعۃ. مطبوعۃ: بیروت لبنان)

ترجمہ: ’’حضور ﷺ کا خطبہ ایمان کے اُصولوں کی تقریر پر مشتمل ہوتا تھا، جس میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور اس سے ملاقات پر ایمان کا ذکر ہوتا تھا، اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہوتا تھا، اور ان نعمتوں کا ذکر ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے لیے تیار کی ہیں، اور اُن عذابوں کا ذکر ہوتا تھا جو اپنے اعداء اور نافرمانوں کے لیے تیار کیے ہیں، پس حضور ﷺ کے خطبہ سے دلوں میں ایمان اور توحید اور اللہ تعالیٰ اور اس کے ایّام (قوموں اور امتوں پر عذاب وثواب کے قرآنی واقعات) کی معرفت بھر جاتی تھی۔

حضور ﷺ کا خطبہ اس طرح کا نہیں ہوتا تھا، جس طرح کا دوسرے عام لوگوں کا ہوتا ہے، کہ اُن کے خطبے و بیان میں وہی عمومی مضامین ہوتے ہیں، جو سب قوموں کے جانے اور مانے ہوتے ہیں، اور وہ دنیا کی زندگی کے دُکھڑے سُنانا اور موت سے ہی ڈراتے رہنا ہے، کیونکہ یہ ایسی چیز ہے کہ جو دل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی توحید اور اس کی خاص معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ایام کی یاد پیدا نہیں کرتی، اور نہ ہی نفسوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے ملاقات کے شوق پر اُبھارتی، پس سُننے والے اس حال میں لوٹتے ہیں کہ اُن کو سِوائے اس کے کوئی سبق ہی نہیں ملتا، کہ لوگو! تم سب ایک دن مَر جاؤ گے، اور تمہاری یہ جائیدادیں وارثوں میں بَٹ جائیں گی، اور تم مٹی میں مل کر مٹی ہو جاؤ گے۔ پس افسوس اس سے کیا ایمان حاصل ہوگا اور کیا توحید اور معرفت حاصل ہوگی اور اس سے کون سا نفع بخش علم حاصل ہوگا‘‘ (ترجمہ ختم)

آخر میں بطور خلاصہ چند صورتیں اور اُن کا حکم لکھا جاتا ہے۔

(۱)...... جمعہ کی پہلی اذان اور جمعہ تاخیر سے ادا کرنا

بعض مساجد میں جمعہ کی پہلی اذان زوال کے بعد تاخیر سے دی جاتی ہے اور اسی اعتبار سے پھر جمعہ کی نماز بھی تاخیر سے ادا کی جاتی ہے۔

یہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے، احادیث میں جمعہ کی نماز جلدی ادا کرنے کی ترغیب آئی ہے، اور خود حضورﷺ اور صحابۂ کرام کا معمول بھی جمعہ کی نماز زوال کے بعد جلدی ادا کرنے کا تھا۔

لہٰذا جمعہ کی نماز کو تاخیر سے ادا کرنا خصوصاً اس کی عادت بنالینا سنت کے خلاف ہے، اور اس طریقہ سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(۲)......پہلی اذان جلدی مگر جمعہ تاخیر سے ادا کرنا

بعض مساجد میں جمعہ کی پہلی اذان تو زوال کے بعد جلدی دیدی جاتی ہے، لیکن جمعہ بہت تاخیر سے ادا کیا جاتا ہے، اور اس طرح دونوں اذانوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ ہوجاتا ہے۔

یہ طریقہ بھی سنت سے میل نہیں کھاتا، اور اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد (اور بعض حضرات کے نزدیک زوال ہونے کے بعد) جمعہ کی سعی اور تیاری کے علاوہ دوسرے تمام کام منع ہوجاتے ہیں، اور جمعہ تاخیر سے ادا کرنے کے باعث لوگ گناہگار ہوتے ہیں، اور اتنی جلدی مسجد میں آکر بیٹھ جانے کی لوگوں کو عادت نہیں؛ لہٰذا بلاوجہ لوگوں کو گناہ گار کرنے کا باعث بننے کا گناہ بھی ہے۔

لہٰذا اولاً تو جمعہ کی نماز جلدی پڑھنے کے سنت والے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیے، اور اگر کسی معقول ضرورت ومجبوری کی وجہ سے جمعہ کی نماز تاخیر سے ہی ادا کرنی ہو تو اتنی دیر پہلے جمعہ کی پہلی اذان دِلوا کر چھوڑ دینے سے تو کم از کم بچنا ہی چاہیے۔

(۳)......پہلی اذان جلدی کہہ کر معمولی فاصلہ کے بعد دوسری اذان

بعض مساجد میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زوال کے فوراً بعد جمعہ کی پہلی اذان دے کر اور درمیان میں صرف سنتوں کا وقت دے کر فوراً ہی جمعہ کی نماز پڑھ لی جاتی ہے۔

اس طریقہ میں ایک تو یہ خرابی ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں جو پہلی اذان کا اضافہ کیا گیا تھا، اس کا مقصود ہی لوگوں کو جمعہ کی طرف متوجہ کرنا تھا۔

اور جب پہلی اور دوسری اذان میں اتنا کم فاصلہ رکھا جائے گا تو اس سے یہ مقصود پوری طرح حاصل نہیں ہوسکے گا، کیونکہ جب پہلی اذان سے انہیں جمعہ کی طرف متوجہ کیا جائے گا تو تیاری کرتے کرتے اور مسجد پہنچتے پہنچتے ہی یہ مختصر وقت ختم ہوجائے گا اور ان لوگوں کو خطبہ سے پہلے سنتیں ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکے گا، اور عین ممکن ہے کہ خطبہ کا کچھ حصہ یا مکمل خطبہ کے وقت حاضری سے محروم رہیں، اس لیے پہلی اور

دوسری اذان میں اتنا کم فاصلہ رکھنے کا مذکورہ طریقہ بھی مناسب نہیں۔

(۴)......پہلی اذان تاخیر سے کہہ کر معمولی فاصلہ کے بعد دوسری اذان

بعض جگہ یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زوال کے بعد مقامی زبان میں وعظ کیا جاتا ہے، اور وعظ سے فراغت کے بعد جمعہ کی پہلی اذان دی جاتی ہے، اور اس کے بعد سنتوں کا وقت فراہم کیا جاتا ہے اور سنتوں کے بعد خطبہ کی اذان دی جاتی ہے اور پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

اور اس طریقہ کو اختیار کرنے کی یہ وجہ بتلائی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ پہلی اذان کے بعد ترکِ سعی کے گناہ گار نہیں ہوتے۔ مگر یہ طریقہ کہ پہلی اذان تقریر کے فوراً بعد ہو اور اس کے بعد صرف اتنا وقت ہو کہ جو لوگ ابھی مسجد میں نہیں آئے وہ مسجد میں آ کر سنتیں پڑھ سکیں اور اس کے بعد دوسری اذان اور خطبہ و نماز ہو، یہ طریقہ اوّلاً تو معروف، مشہور اور رائج نہیں اور اس پر ہر جگہ اور ہر مسجد کے لوگوں کو جمع کیا جانا مشکل ہے دوسرے پہلی اذان سے قبل لوگوں کا مسجد میں آنا ہی دنیا کی حرص اور دنیا میں انہماک کے زمانہ میں دشوار کام ہے تیسرے دونوں اذانوں کے درمیان اتنا کم وقفہ سلف کے معمول کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جب لوگوں کا اجتماع اذان کے بعد ہی ہوتا ہو تو پھر اجتماع سے پہلے تقریر و وعظ کا کوئی فائدہ متصور نہیں ہے۔ اور اذان سے پہلے اجتماع کا معمول جب خیر القرون کے زمانے میں کم ہو گیا تھا اور اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان کا اجراء فرمایا تو اب اس کے لئے لوگوں کو تیار کرنا اور زیادہ مشکل ہوگا۔

اور پہلی اذان سے کیونکہ جمعہ کی دعوت مقصود ہے، اس طریقہ میں اُس کی بھی مخالفت ہے؛ جمعہ کے لئے اصل داعی اذان ہی ہے اور ''اذا نودی للصلوٰۃ'' پر ہی ''فاسعوا الی ذکر اللہ'' مرتب ہے۔

اور اس اختیار کردہ طریقہ میں اصل داعی وعظ و تقریر ہوگی لوگ اس کے لئے جمع ہوں گے پھر اس صورت میں تقریر و وعظ پہلی اذان کے ساتھ متصل ہوگا، اس میں اذان کا اپنے اصل وقت سے موخر کرنا ہے کیونکہ اس کا اصل وقت زوال کے متصل بعد ہے۔

اس لیے پہلی اذان کو اپنے وقت پر یعنی زوال کے فوراً بعد ہی کہنا چاہئے، اس کو اپنی جگہ سے ہٹانا نہیں چاہئے اس لیے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان زوال ہوتے ہی کہہ دی جایا کرے اور دوسری اذان اتنی دیر بعد دی جایا کرے کہ جو لوگ تیاری کر کے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا چاہیں، وہ ہو جایا کریں، اس کے لیے ہمارے تجربہ میں آدھ گھنٹہ کے اندر اندر کا وقفہ کافی ہے، وعظ کے بعد سنتیں

ادا کر کے دوسری اذان اور خطبہ ہو جایا کرے۔ پہلی اذان کے بعد لمبی چوڑی تقریروں اور بے ضرورت مضامین بیان کرنے کا جو رواج ہو گیا اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنے اور دلانے کی ضرورت ہے نہ یہ کہ اصل وعظ وتقریر ہی کو بند کر دیا جائے، یا اسلاف کے طریقہ سے ہٹ کر کوئی نیا طریقہ جاری کیا جائے۔ البتہ اگر کسی جگہ طویل وعظ کی ضرورت ہو، اور کوئی دوسری خرابی بھی لازم نہ آتی ہو تو اس کی یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ زوال سے پہلے وعظ شروع کر دیا جائے اور زوال ہونے پر درمیان میں جمعہ کی پہلی اذان دی جائے اور اذان کے بعد باقی وعظ کہا جائے، اور وعظ کے بعد حسبِ معمول سنتیں اور دوسری اذان وخطبہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

محمد رضوان۔۴/ رمضانُ المبارک ۱۴۲۸ھ۔ دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

حرام چیزوں کی آمیزش والی فیڈ کھا کر پرورِش پانے والی مرغیوں کے استعمال کا حکم

شنید ہے کہ گذشتہ دنوں پاکستان میں پولٹری فارم کی مرغیوں کے لئے فیڈ بیرون ملک سے درآمد کی جارہی تھی، جس میں خنزیر کی چربی شامل تھی۔ واللہ اعلم۔

اس سلسلہ میں بعض لوگوں کو فارمی مرغیوں کے گوشت کے کھانے کے جائز وناجائز ہونے کا سوال پیش آتا ہے تو اس بارے میں شریعت کا اُصولی حکم یہ ہے کہ حرام اجزاء پر مشتمل فیڈ مرغیوں کو استعمال کرانا جائز نہیں، البتہ جہاں تک ایسی مرغیوں کا گوشت استعمال کرنے کا تعلق ہے تو مرغیوں کی مجموعی غذا اور فیڈ میں اگر حرام اجزاء کم ہیں اور حلال اجزاء (اناج، باجرہ وغیرہ) مجموعی مقدار میں نصف سے زائد اور غالب ہیں، اور اس فیڈ کے کھانے سے مرغیوں کے گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوتی؛ تو یہ گوشت کھانا حرام نہیں، البتہ بہتر نہیں۔ اور اگر اس حرام وناپاک فیڈ کی وجہ سے مرغیوں کے گوشت میں بدبو پیدا ہوگئی ہو، تو پھر ایسی صورت میں یہ فیڈ کھانے والی مرغیوں کے گوشت کا کھانا جائز نہیں، اور مذکورہ دونوں صورتوں میں اگر چند دن حلال غذا کھلا کر ذبح کیا جائے، تو پھر اس کے گوشت کو کھانے میں کوئی حرج نہ ہوگا (کذافی امدادالاحکام جلد۴صفحہ۳۰۰، احسن الفتاویٰ جلد ۷ صفحہ ۴۰۸)

اور کیونکہ مذکورہ فیڈ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اُس میں حلال اجزاء کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، اور کم از کم اُس فیڈ کی وجہ سے مرغیوں کے گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوتی، اس لیے ایسی صورت میں ان مرغیوں کا گوشت کھانا ممنوع تو نہیں ہوگا، لیکن پھر بھی چند دن حلال وپاک غذا کھلا کر ذبح کیا جائے تو بہتر ہے؛ تاہم ایسی فیڈ کو درآمد کرنا اور مرغیوں کو استعمال کرانا درست نہیں ہے۔ محمد امجد۔ ادارہ غفران راولپنڈی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

گری پڑی چیز کا حکم

سوال: ایک بار ہمیں اپنی دوکان سے چند روپے پڑے ہوئے ملے، نہ تو ہمیں یہ معلوم کہ وہ پیسے کس کے ہیں؟ اور نہ ہی کوئی مانگنے آیا، تو اب ان پیسوں کو کیا کریں؟

جواب: (جواب سے پہلے مزاحاً فرمایا) اگر کوئی ناجائز حیلہ کرنا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ تو یہ ہے کہ ان پیسوں کے بارے میں یہ بلند آواز سے کہیں کہ ہمیں پیسے ....اور ''ملے ہیں'' آہستہ سے کہہ دیں۔ یا دوکان میں کھڑے ہو کر چاروں کونوں کی طرف آواز لگا دیں، کہ ہمیں اتنے پیسے ملے ہیں کسی کے ہوں تو لے جائے اگر کوئی بھی نہیں آیا تو استعمال کرلیں۔

مگر یاد رکھیئے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، حیلہ بازوں کا گھڑا ہوا طریقہ ہے، اور صحیح اور اصل طریقہ یہ ہے کہ اس کا صحیح صحیح اعلان کریں، پھر دیکھیں کوئی آتا ہے یا نہیں، کیونکہ بغیر اعلان کے کوئی کیسے آجائے گا، آئے تو جب جب اُس کو پتہ ہو کہ میرے پیسے فلاں دوکان میں رہ گئے ہیں۔ اُسے پتہ ہی نہیں کہ میرے پیسے کہاں رہ گئے ہیں، اور اِسے (یعنی دوکان دار کو) پتہ ہے کہ کسی کے پیسے یہاں رہ گئے ہیں، تو اب اِس دوکان دار کے ذمے ہے کہ اپنی طرف سے ممکنہ کوشش کرے، اپنی استطاعت کے مطابق بھرپور طریقہ پر اس کا اعلان کرے، تشہیر کرے، جس طرح کی چیز ہے اس طرح کی تشہیر کرے، اگر زیادہ قیمتی چیز ہے، یعنی جس چیز کو انسان بعض اوقات مہینوں تک ڈھونڈتا رہتا ہے، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اعلان کا اس کی شان کے مطابق اہتمام کرے، اگر بڑی چیز ہے، موٹی رقم ہے تو اخبار میں بھی اشتہار دے سکتا ہے، اور جتنا خرچ

آئے وہ اس مالک سے لے سکتا ہے۔اس رقم سے منہا کرا سکتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لکھ کر کے تھوڑا بہت اشتہار لگا دے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دائیں بائیں والوں کو اطلاع دے دے کہ مجھے کوئی چیز ملی ہے پوری حقیقت نہ بتائے اتہ پتہ کچا ہی بتائے، ورنہ پکا پتہ بتانے سے تو کوئی کچا آدمی پکا بن کر آجائے گا اور پکا پتہ بتا کر وہ چیز لے جائے گا۔اس لئے کچے پتے بتائے کہ ہمارے پاس اس طرح کی، اس سے ملتی جلتی چیز ہے اگر کسی کی ہو تو اس کو ہمارے پاس بھیج دینا۔اس طرح سے اپنی جانب سے ممکنہ حد تک اعلان اور پبلسٹی (Publicity) کا اہتمام کرے، اگر اس طرح کی چیز ہے کہ وہیں کے کسی علاقے والے کی ہوگی۔تو اس علاقے والوں تک پبلسٹی (Publicity) کافی ہے، اور اگر ایسی چیز ہے کہ دور والوں کی ہو گی، تو ان تک اطلاع کی کوشش کرے، تو پھر اس چیز کی شان اور حیثیت کے مطابق اس کا پوری طرح اعلان ہو جائے اور مالک کی طرف سے جب ناامیدی ہوجائے، اور اطمینان ہوجائے کہ اب وہ ڈھونڈ نہیں رہا ہوگا اور ڈھونڈ کر تنگ آ کر اس نے ڈھونڈنا چھوڑ دیا ہوگا، کبھی انسان کو دس دن بعد اطمینان ہو جاتا ہے کبھی پندرہ دن بعد، کبھی مہینے بعد کبھی دو مہینے بعد، تو اس چیز کی پوری حقیقت بتائے، پھر اس چیز پر غور ہوگا، تجربہ کیا جائے گا اور غور فکر کیا جائے گا، اور اس کے اعتبار سے بتایا جائے گا، بہر حال اصولی بات اتنی ہے کہ جب اپنا دل مطمئن ہو جائے کہ اب مالک نہیں ڈھونڈ رہا ہوگا اب عاجز آ چکا ہوگا اور اتنا انتظار کرنے سے وہ چیز خراب اور ضائع بھی نہ ہو جائے، تو اس کے بعد اب اسے مالک کی طرف سے نیت کر کے، صدقہ کر دے اگر خود ایسا غریب ہے جس کو شرعاً صدقہ لگ سکتا ہے تو خود بھی رکھ سکتا ہے۔اور اگر وہ خود غریب نہیں ہے، مستحق نہیں ہے۔تو کسی مستحق کو مالک کی طرف سے نیت کر کے دے دے، تو اسے اس کام کے کرنے کا ثواب ملے گا۔اور قیامت کے دن پکڑ نہیں ہوگی، لیکن یہ بات یاد رکھے، کہ اگر کسی بھی وقت وہ آ گیا تو پھر وہ چیز اس کو واپس دینی پڑے گی۔اگر یہ سوال پیدا ہو کہ کہاں سے دے گا واپس؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو اس سے معافی مانگے، مثلاً اس سے کہے کہ صاحب میں نے تو بڑی کوشش کی مالک کو تلاش کرنے کی، اب آپ معاف کر دیں، درگزر کر دیں، میں نے فلاں کو دے دی، اگر وہ دے رہا ہے تو آپ اس سے لے لیں، اور اگر وہ راضی نہ ہو تو آپ اپنی جیب سے اس کو ادا کریں، بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ اس کی پبلسٹی (Publicity) کی اپنی طرف سے کوشش اور اہتمام کیا جائے، پھر نہ ملے تو پھر اسے صدقہ کر دیا جائے اور نیت یہ کر لی جائے کہ اس کا ثواب اصل مالک کو پہنچ جائے (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ جلد ۶ صفحہ ۳۸۹)

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز

سوال: کیا تنخواہ دار مولوی اور امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

جواب: ایک شخص تو وہ ہے جو تنخواہ کے لئے نماز پڑھا رہا ہے، اور ایک وہ ہے جو نماز کے لئے تنخواہ لے رہا ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ دیکھیں اگر آدمی یکسو ہو کر دین کا کام کرے گا تو وہ یکسوئی کے ساتھ دین کا کام کر رہا ہے، اور وہ اس لئے تنخواہ لے رہا ہے۔ تاکہ مجھے کمانے کے لئے نہ جانا پڑے بیوی بچوں کے گزر بسر کے لئے اگر میں جاؤں گا تو پھر یہ کام نہیں کر سکوں گا، اور جب سارے امامت کرنے والے اس کے لئے چلے جائیں گے تو پھر کوئی بھی امامت کرنے والا نہیں ہوگا۔ تو اگر اس لئے لے رہا ہے کہ میں اپنی ضروریات سے یکسو ہو جاؤں اور دین کی خدمت کر سکوں، یہ تو عبادت اور ثواب ہے، اور اس نیت سے ثواب میں کوئی بھی کمی نہیں آتی، اور اگر وہ اس نیت سے نماز پڑھا رہا ہے تاکہ پیسے زیادہ سے زیادہ بٹوروں، پیشے کے طور پر اس کام کو اختیار کیا ہے، اور اس کے ذہن میں کوئی دین کی خدمت نہیں ہے بلکہ اس کے ذہن میں پیسے بٹورنا ہے، اور اس نے دیکھا کہ آسان راستہ یہ ہے اس لئے اس نے اس کو اختیار کر لیا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ پیسے جمع کرنے کی ہوس لگی ہوئی ہے۔ اور طرح طرح سے جمع کر رہا ہے بٹور رہا ہے۔ تو اب اگر کسی امام کے بارے میں یہ بات معلوم ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہو جائے گی، کیونکہ وہ اس عقیدے کی وجہ سے فاسق ہو گیا، اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، (لیکن یہ حکم تب ہے جبکہ کسی امام کے بارے میں تحقیق سے یہ بات معلوم ہو جائے ورنہ بطور خود بلا تحقیق کسی امام کے بارے میں ایسی بدگمانی جائز نہیں) (ملاحظہ ہو مسائلِ امامت ص ۴۷)

دین کی خدمت کرنے اور دنیا کمانے میں فرق

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ دین کی خدمت کر کے دنیا کما رہے ہیں، اور بعض لوگ دنیا کما کر دین کی خدمت کر رہے ہیں، دونوں میں فرق ہے، اگر دین سے دنیا کمانا مقصد ہے اور دین کو دنیا کمانے کے لئے ڈھال بنایا تو پھر دین بھی ضائع دنیا بھی ضائع، اور اگر دین کی خدمت مقصد ہے اور وہ اس لئے لے رہا ہے کہ اس کے اور بیوی بچوں کے نفقے بھی اس کے ذمے ہیں، اور وہ ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے اگر کمانے میں لگے گا تو پھر اس طرح سے دین کی خدمت نہیں کر سکے گا۔ تو اس نے تنخواہ دین کی خدمت کی غرض سے لی، اور اس نے بدرجہ مجبوری اس کو اختیار کیا تاکہ دین کی خدمت کر سکوں تو وہ دین کی خدمت بھی ہے اور دنیا بھی، وہاں اس کے ثواب میں کوئی فرق نہیں۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۱۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد کے لئے استغفار کرنے کی حقیقت

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (۱۱۳) وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ. فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ. اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ(سورہ توبہ آیت ۱۱۴)

ترجمہ: ''پیغمبر (ﷺ) اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں، اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں (اس وجہ سے کہ کافر ہوکر مرے ہیں) اور (اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا (وہ اس سے قبل تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر ہوجائے اور) وہ (بھی) صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا (اس قول میں ''سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ''، غرض جواز تو اس لئے تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر نہ ہوا تھا، اور وقوع کو اس سے ترجیح ہوگئی تھی کہ وعدہ کرلیا تھا، ورنہ باوجود جواز کے وقوع بھی نہ ہوتا) پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن (یعنی کافر ہوکر مرا) ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے (کہ استغفار بھی چھوڑ دیا، کیونکہ اس وقت دعائے مغفرت کرنا بے معنیٰ ہے، کہ کافر میں احتمال مغفرت کا ہے ہی نہیں، بخلاف حالتِ حیات کے، کہ دعائے مغفرت کے معنیٰ اس وقت طلبِ توفیقِ ہدایت کے ہوسکتے

Idara Ghufran

ہیں) ابراہیم (علیہ السلام) بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے (کہ باوجودیکہ باپ نے ان کو کیسی کیسی سخت باتیں کہیں، مگر حلم سے کام لیا، اور مزید یہ کہ شفقت کے جوش سے وعدہ کرلیا اور احتمالِ نفع تک اس وعدہ کو پورا فرمایا، جب ناامید ہوگئے تو ہار کر چھوڑ دیا)''

اس آیت کے شانِ نزول یعنی نازل ہونے کے پسِ منظر میں حدیث شریف میں ایک واقعہ آتا ہے کہ:

حضور ﷺ کے چچا ابوطالب اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر عمر بھر حضور ﷺ کی حمایت وحفاظت کرتے رہے، اور اس معاملہ میں برادری وقبیلہ کے کسی کافر کا کہنا نہیں مانا، حضور ﷺ کو بھی اس کی بڑی فکر تھی کہ کسی طرح یہ کلمۂ طیبہ پڑھ لیں اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائے گا اور یہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے، مرضِ وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو حضور ﷺ کو بڑی فکر ہوئی کہ اس وقت بھی یہ کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام ہوجائے، چنانچہ اس حالت میں آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے، مگر ابوجہل، عبداللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے چچا! کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کے لئے کوشش کروں گا، مگر ابوجہل بول اٹھا کہ کیا آپ عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دیں گے؟ حضور ﷺ نے کئی مرتبہ پھر اپنا کلام دہرایا، مگر ہر مرتبہ ابوجہل یہی بات کہہ دیتا، یہاں تک کہ آخری کلام میں ابوطالب نے یہی کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، اسی حالت میں وفات ہوگئی، تو رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی کہ میں آپ کے لئے برابر استغفار کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کردیا جائے، اس پر مذکورہ دو آیتوں میں سے پہلی آیت ممانعت کی نازل ہوئی، جس میں رسول اللہ ﷺ اور سب مسلمانوں کو کفارومشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے منع فرمایا، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں'' (بخاری ومسلم)

اس پر بعض مسلمانوں کو شبہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے کافر باپ کے لئے دعا کی تھی۔ اس کے جواب میں مذکورہ دوسری آیت نازل ہوئی، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے والد کے لئے دعا کی تھی اس کا معاملہ یہ ہے کہ شروع میں جب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ آزر آخر تک کفر پر ہی قائم رہے گا، اسی پر مرے گا، تو اس کا دوزخی ہونا یقینی نہیں تھا، اس وقت انہوں نے یہ وعدہ کرلیا کہ میں آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام

پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے یعنی کفر ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہے، تو اس سے بے تعلقی اختیار کرلی، اور استغفار کرنا بھی چھوڑ دیا۔

قرآن مجید میں مختلف مواقع پر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے مغفرت کی دعا کرنا منقول ہے وہ سب اسی پر محمول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ایمان واسلام کی توفیق دے تاکہ ان کی مغفرت ہوجائے۔ [۱]

مشرکین وکافروں کے لئے مغفرت طلب کرنے کا حکم

[۱] مذکورہ بالا آیت اور اس کی تفسیر سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کافر اور مشرک کے لئے اس کے کفر پر مرنے کے بعد استغفار کرنا جائز نہیں، کسی کافر سے کیسا ہی تعلق ہو خواہ اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور خواہ کیسا ہی محسن ہو اس کے لئے استغفار کرنا حرام ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرمایا کہ کافر اور مشرک کی کبھی بھی بخشش نہ ہوگی تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرنا بے سود ہے، ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، بہت بڑے ہمدرد بھی تھے، انہوں نے آپ کی بہت مدد کی، دشمنوں سے آپ کو محفوظ رکھنے میں ظاہری اسباب کے اعتبار سے ان کا بڑا کردار ہے، جب ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کی ممانعت فرمادی گئی تو کسی اور کے لئے اس کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے؟ اسی طرح اگر کسی کے والدین یا دونوں میں سے ایک کافر یا مشرک ہو اور اس کی کفر وشرک کی حالت میں موت ہوجائے تو اس کے لئے بھی مغفرت کی دعا مانگنا جائز نہیں (کذا فی انوار البیان ج ۴)

Idara Ghufran

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

انار (POMEGRANATE)

انار ایک قدیم ترین پھل ہے۔انار کو بطور میوہ کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔انار کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (سورہ رحمٰن ۶۸)

ان دونوں (جنتوں) میں پھل، کھجوریں، اور شیریں انار ہوں گے۔

انار کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔اس لئے اس کو جنت کا پھل بھی کہا جاتا ہے۔آپ ﷺ نے انار کو پسند فرمایا ہے۔حدیث پاک میں بھی انار کا ذکر موجود ہے۔کہتے ہیں کہ سب سے پہلے انار کا پودا عرب میں ہوا پھر دوسرے ممالک میں گیا۔اب عرب کے علاوہ پاکستان ، بھارت ،چین، بحیرہ روم، جنوبی امریکہ، چلی وغیرہ میں انار کثرت سے کاشت کیئے جاتے ہیں۔دنیا بھر میں پاکستان کا انار زیادہ لذیذ اور رس بھرا مانا جاتا ہے۔انار کی کئی قسمیں ہیں ۔ قندھاری، بہیدانو، خامس، وانگا، چیہو، سیہوانی، جیسلمیری، وغیرہ پاکستان میں بہی دانو بہت عمدہ اور مقبول ہے۔پاکستانی اناروں میں پشاوری انار بھی بہت پسند کیا جاتا ہے۔انار کو عربی زبان میں رمان، فارسی میں انار شیریں ،سندھی میں داڑھوں مٹھوں بنگالی میں داڈم ڈالم ،انگریزی زبان میں پومی گرنیٹ، کہتے ہیں۔

مزاج: اطباء کے نزدیک انار شیریں کا مزاج سرد و تر درجہ اول ہے۔انار ترش سرد وخشک درجہ دوم

انار کے طبی فوائد اور خواص

انار طبی اور غذائی لحاظ سے بھرپور پھل ہے۔کھانے کو ہضم کرتا ہے، معدہ کو طاقت دیتا ہے، پیٹ نرم کرتا ہے ہچکی کو دور کرتا ہے، پیشاب جاری کرتا ہے، جگر کو طاقت دیتا ہے، پیاس کو تسکین دیتا ہے، تمام اعضاء رئیسہ کو قوت دیتا ہے، جسم کو مفید اضافی غذائیت اور توانائی مہیا کرتا ہے۔فوراً ہی جزو بدن بن جاتا ہے۔اس کا عرق معہ پوست دستوں کو بند کرتا ہے، اس کا جلایا ہوا پوست کھانسی کو مفید ہے۔انار میں پروٹین، شکر کیلشیم، فولاد، فاسفورس، حیاتین ج، وٹامن سی، وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں جو خون پیدا کرتے

Idara Ghufran

ہیں، جسم کی نشو ونما میں کام آتے ہیں۔ اسی لئے کمزور مریضوں کو انار کھانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

آنکھ کی خارش کے لئے

انار کے دانوں کے رس کو کو تانبے کی کٹوری میں ڈال کر آگ پر پکائیں گاڑھا ہو جائے تو جست کی ڈبیہ میں رکھ لیں روزانہ ایک ایک سلائی آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں کی خارش، پلکوں کے بال گرنا، آنکھوں کا سرخ رہنا وغیرہ شکایتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور یہی مرہم مسوڑھوں پر ملنے سے ان کی سوزش رفع ہو جاتی ہے

یرقان کے لئے

انار سالم مع پوست کا رس آدھا کلو گرام۔ شکر 50 گرام۔ انار کو بمع پوست دبا کر پانی نکالیں شکر ملا کر پئیں یرقان کے لئے مفید ہے۔ دیگر: میٹھے انار کے دانوں کا رس ایک چھٹانک رات کو لوہے کے ایک صاف برتن میں رکھ دیں صبح تھوڑی مصری ملا کر پی لیا کریں تھوڑے دنوں میں یرقان دور ہو کر خون پیدا ہونے لگے گا۔

کھانسی کے لئے

انار کے دانوں کا رس 125 گرام۔ مصری 500 گرام دونوں کو ملا کر قوام بنائیں یہ شربت کھانسی کے لئے مفید ہے۔ سینہ کے امراض کو دور کرتا ہے۔

دل اور جگر کی بیماریاں

انار کا پانی ایک سیر لے کر کسی برتن میں ڈال کر رکھ دیں کچھ دیر بعد جب تلچھٹ نیچے بیٹھ جائے گی اس کو نتار لیں۔ اور اس میں چینی ایک پاؤ، سونف کا سفوف آٹھ ماشہ ڈال دیں اور بوتل میں ڈال کر دھوپ میں رکھیں اور وقتاً فوقتاً ہلاتے رہیں ایک ہفتہ کے بعد استعمال میں لائیں۔ خوراک 3 تولہ سے آدھا پاؤ تک صبح شام استعمال کریں۔

اسہال وپیچش

انار دانہ، سونف، ہلیلہ سیاہ ہموزن لے سفوف بنالیں۔ اور چھ ماشہ صبح شام سادہ پانی یا لعاب بہیدانہ کے ہمراہ استعمال کریں۔ اگر دست اور پیچش زیادہ ہو تو دوپہر کو بھی لے سکتے ہیں۔ انشاءاللہ بہت جلد افاقہ ہوگا۔

پھوڑے پھنسی

انار کی کلیاں 7 عدد سالم اس طرح نگلیں کہ ان کو ہاتھ نہ لگنے دیں یعنی انار کے پودے سے ہی منہ میں رکھ لیں اس طریقہ سے انشاءاللہ ایک سال تک پھوڑے پھنسیاں نہیں نکلیں گی۔ واللہ اعلم بالصواب

Idara Ghufran

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... **جمعہ ۲۴/شعبان و یکم/ ۸/ رمضان المبارک** کو تینوں مسجدوں میں حسب معمول قبل از جمعہ شرعی مسائل کے سوال وجواب کی نشست ہوئی۔

□...... **ہفتہ ۱۸/شعبان** جناب حکیم فیضان صاحب دو یوم کی رخصت پر ایک نجی معاملے میں جھنگ تشریف لے گئے

□......**اتوار ۲۶/شعبان** بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات منعقد ہوئی۔ رمضان المبارک میں یہ مجلس موقوف رہے گی۔اسی دن حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم بمع اہلِ خانہ اور جناب فیضان صاحب بمع والدہ صاحبہ مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کے گھر دوپہر کے کھانے پر مدعو تھے۔

□......**اتوار ۱۹/شعبان** جناب شوکت صاحب (پنڈی ٹینٹ سروس) نے حضرت مدیر دامت برکاتہم اور دیگر اراکین ادارہ کو رات کو ولیمے کے سلسلہ کی ضیافت میں مدعو کیا تھا۔

□......**سوموار ۱۳/شعبان** سے طلبہ شعبہ کتب کے لئے ایک مختصر جز وقتی تمرینی دورہ فنون کا آغاز ہوا۔

□...... **بدھ ۲۲/شعبان** ادارہ غفران ٹرسٹ کا سالانہ شورائی اجلاس ہوا شورائی اجلاس میں شوریٰ کے تمام اراکین مقامی اور بیرونی شریک تھے،مولانا محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (نائب مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ امدادیہ فیصل آباد)اور مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال)اراکینِ شوریٰ اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے،اجلاس کے بعد اسی دن رات کو دونوں حضرات واپس تشریف لے گئے۔

□......**جمعرات ۳۰/شعبان** رمضان المبارک کی تیاریوں کے سلسلہ میں مشغولیت رہی،ادارہ کے تحت نئی مسجد جو ادارہ کے متصل ایک مکان خرید کر بنائی گئی ہے،اس کا آغاز وافتتاح آج شب رمضان کی تراویح پڑھ کر ہوا،ابھی اس مسجد کے ایک حصہ میں ہی تراویح کا آغاز کیا گیا ہے،باقی حصہ ابھی مسجد کی حیثیت سے قابل استعمال نہیں مسجد کے اس حصہ میں بندہ امجد تراویح میں قرآن مجید سنا رہا ہے،شعبہ حفظ کے معلم قاری عبدالحلیم صاحب سماعت فرما رہے ہیں،جبکہ ادارہ کے مرکزی ہال میں مولانا طارق محمود صاحب قرآن مجید سنا رہے ہیں،حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں اور مولوی محمد ناصر صاحب مسجد نسیم میں حسبِ معمول قرآن مجید سنا رہے ہیں،حضرت مدیر صاحب کی تراویح کے بعد مسائل اور اصلاحی بیان کی مجلس بھی حسبِ معمول ہوتی ہے۔

□......**اتوار ۳/رمضان** حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کا جناب مظہر قریشی صاحب (مرحوم) کے گھر خواتین کے لئے اصلاحی بیان ہوا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

یکم ستمبر 2007ء بمطابق 18 شعبان المعظم 1428ھ: پاکستان: جنوبی وزیرستان، لاپتہ سیکورٹی اہلکاروں کی تلاش جاری، خوارزہ خیلہ بم و راکٹ حملہ 3 جاں بحق ۔ پاکستان: لال مسجد میں نماز جمعہ پھر نہ ہو سکی ،طلبہ اور شہریوں کا مظاہرہ، ایس پی کے وعدے پر احتجاج ختم ہوا **2 ستمبر:** پاکستان: کراچی شیر شاہ بائی پاس کا ایک حصہ گرنے سے 9 افراد جاں بحق، متعدد گاڑیاں تباہ ۔ پاکستان: باجوڑ جنڈولہ خودکش حملوں میں 3 اہلکاروں سمیت 6 جاں بحق، مہمند ایجنسی سے ملیشیا فورس کے 10 اہلکار اغواء **3 ستمبر:** پاکستان: پنجاب کے اساتذہ کو ایک اضافی انکریمنٹ دینے کا اعلان، الاؤنسز میں اضافہ، وزیر اعلیٰ نے چار ارب روپے کے مراعاتی پیکج کی منظوری دے دی ۔ پاکستان: وانا میں بم دھماکہ 4 جاں بحق مغوی سیکورٹی اہلکار رہا نہ ہو سکے، جرگہ واپس **4 ستمبر:** پاکستان: 180 لاپتہ سیکورٹی اہلکاروں سے رابطہ منقطع ہو گیا، ترجمان پاک فوج ۔ پاکستان: ونی کیس، میں درخواست ضمانت مسترد، میر ہزار بجارانی پولیس کی موجودگی میں سپریم کورٹ سے فرار ۔ پاکستان: ایل پی جی پر ڈسکاؤنٹ ختم، مائع گیس کا سلنڈر 120 روپے تک مہنگا کر دیا گیا **5 ستمبر:** پاکستان: راولپنڈی کینٹ دو خودکش دھماکے، 31 جاں بحق 73 زخمی **6 ستمبر:** پاکستان: حساس اداروں نے پولیس کو راولپنڈی بم دھماکوں تحقیقات سے روک دیا **7 ستمبر:** پاکستان: مشرف کے دو عہدوں کے خلاف درخواست سماعت کے لئے منظور، صدر کی موجودہ مدت 15 نومبر 2007ء کو ختم ہو جائے گی، اٹارنی جنرل ۔ پاکستان: شمالی وزیرستان، گن شپ ہیلی کاپٹر کی مشتبہ گاڑی پر فائرنگ 6 افراد جاں بحق، فورسز کی چوکی دھماکے سے اڑا دی گئی **8 ستمبر:** افغانستان: ننگر ہار طالبان نے امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا، رکن ممالک کی طرف سے فوجی انخلاء کے لئے دباؤ کا سامنا ہے، نیٹو **9 ستمبر:** پاکستان: پشاور بم دھماکے 4 آرمی اہلکاروں سمیت 6 زخمی، باجوڑ لیویز (levies) چیک پوسٹ، کوہستان فوجی گاڑی پر حملہ 2 جاں بحق 4 زخمی ۔ پاکستان: ایل پی جی، کی قیمتوں میں کمی، گھریلو سیلنڈر 19، کمرشل 76 روپے سستا ہو گیا **10 ستمبر:** پاکستان: شہباز رک گئے، نواز محوِ پرواز، ایئر پورٹ سیل رینجر طلب، استقبالی قافلے چل پڑے ۔ پاکستان: وزیرستان، گن شپ ہیلی کاپٹروں کی فائرنگ، 10 عسکریت پسند جاں بحق، 234 اہلکاروں کی بازیابی 30 مقامی طالبان کی رہائی سے مشروط **11 ستمبر:** پاکستان: نواز شریف پھر جلاوطن، اسلام آباد ائیر پورٹ پر دھکے، صرف چار گھنٹے قیام کی مہلت، کراچی کا کہہ کر جدہ پہنچا دیا گیا ۔ اسلام آباد میں تبلیغی اجتماع اختتام پذیر اللہ سارے عالم میں ہدایت کی ہوائیں چلا دے، اختتامی دعا میں دو لاکھ افراد کی شرکت رقت آمیز مناظر

﴿بقیہ صفحہ ۷۰ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Chain of Useful Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan   Translated By Abrar Hussain Satti

Is It Possible To Stop The Natural Disasters?

(Part II)

Because of abnormality of season the masses of snow, which were present on the tops of hills melted and so many areas of southeast, have destroyed. With the flood that came in those rivers which come from high lands of the country so many hebetated areas have destroyed, and ready crops went away with rain.

After that with the rainfalls and storms in the southern areas of the country there came a great destroying. In Karachi the largest city of country, in only one day there died above than three hundred persons, with the rain and storm.

Because of forecasts of a great storm in ocean there was a frighten ness among the peoples. The stormy rains and fast winds rooted out the trees, the poles of electricity, and wires were also broken. Because of darkness and water standing every where, the life system was disturbed badly.

later than an announcement was done by a private TV channel that a great storm will come in Karachi, so the peoples should go

away at the distance from the ocean, and they should empty those buildings which are weak and near the ocean.

As well as the largest province of the country (Baluchistan) and in some areas of NWPF also have to face great destroying and damages million of people became houseless. The ready crops destroyed because of flood. The many houses and luggage of the houses of million of people has gone away by flood or became useless, and till know a great quantity of peoples is forced to lead their lives under the open sky.

In such occasions the rulers just say that it is not possible for any one to stop the natural disasters. On the other hand some peoples describe some scientific and climatical causes and became quiet. These all are also some causes and facts we'll not want to discuss them, and there is no need to discuss these things, because in this material time there are so discussions on these things that after these discussions it is useless and wastage of time to discuss them once again, and it is also the way to make weak the spiritualism.

But here we will discuss the internal and spiritual causes, of these disasters concisely.

(Insha Allah we'll discuss them in next installment. Abrar) (……To be continued)